خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

فقہی تجلّیاں

تالیف

حضرت علامہ مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی

باہتمام بزم قاسمی برکاتی

۱۰۵/۱۱۴ چمن گنج کانپور (یو، پی) الہند

باسمہٖ تعالیٰ

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ (حدیث)

اللہ تعالیٰ جس کیلئے بھلائی کا قصد فرماتا ہے
اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

فقہی تجلّیاں

تالیف

حضرت علامہ مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی

باھتمام: بزم قاسمی برکاتی ۱۰۵/۱۱۴ چمن گنج کانپور (یو، پی) الھند

کتاب : فقہی تجلّیاں

تالیف : حضرت علامہ مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی صاحب

پروف ریڈنگ : حضرت مولانا محمد مہتاب عالم قادری مصباحی صاحب

باھتمام : بزم قاسمی برکاتی چمن گنج کانپور (یو۔پی)

صفحات : ۱۳۶

سن طباعت : ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء

تعداد بار اول : ایک ہزار ۱۰۰۰ ہدیہ : Rs.

ملنے کے پتے

(۱) دفتر بزم قاسمی برکاتی ۱۰۵/۱۱۴ چمن گنج کانپور (یو۔پی)

(۲) مدرسہ مظہر العلوم مقام سسئوا کٹیّا پوسٹ منرا، تھانہ جلیشور، ضلع مہوتری (نیپال)

(۳) مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ ۱/۱۵۸ ۱۷ شتر خانہ، کانپور۔ (یو۔پی)

(۴) رضا بکڈپو پریہار چوک ضلع سیتامڑھی۔ (بہار)

(۵) دار العلوم غوثیہ اشرفیہ افتخار آباد کانپور۔ (یو۔پی)

عرضِ مؤلف

یہ خیال پیدا ہوا کہ فتوٰی نویسی سے متعلق قواعد وضوابط اور ایک مفتی کے لئے ضروری امور تحریر میں لائے جائیں تا کہ باذوق علماء کو فتوٰی لکھنے میں آسانی ہو نیز دینی رجحان رکھنے والے عام مسلمان اپنے علم میں اضافہ کرسکیں ۔لیکن مسائل شرعیہ کے بیان کرنے اور فتوٰی دینے کا حق صرف ان ہی علماء کو حاصل ہے جنھیں علوم دینیہ پر عبور حاصل ہو۔

اس کتاب میں اجاگر کیا گیا ہے کہ ارباب افتاء کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ مسائل حل کرتے وقت استفتاء کا جواب لکھنے میں کن کن امور کو سامنے رکھنا چاہئے اور فتوٰی نویسی کے لئے علم کا معیار کیا ہونا چاہئے؟ اور اکابر فقہاء و مجتہدین کی معرفت ضروری ہے یا نہیں؟ اور جن اقوال اور تصنیفات کے حوالے سے استفتاء کا جواب دیا جارہا ہے وہ مفتیٰ بھا اور مستند ومعتمد ہیں یا نہیں؟ ان عنوانات پر ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے کثیر تعداد میں جامع وضخیم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور انھوں نے مستقبل میں امکانی طور پر پیش آنے والے نئے مسائل کا بھی شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں کچھ ایسے اصول وضوابط تحریر فرمائے ہیں جن کے ذریعہ علماء کرام ان مسائل کا حل تلاش کرسکتے ہیں۔ راقم الحروف نے ان قواعد کی توضیح مثالوں کی روشنی میں کرنے کی سعی جمیل کیا ہے تا کہ ان قواعد وضوابط کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

یہ تالیف ''فقہی تجلیاں'' جو کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے یہ سب فیضان ہے میرے اساتذہ کرام واکابر حضرات کا جن کے فیوض وبرکات اور خصوصی توجہات سے میں اس لائق ہوسکا ورنہ میں کس قابل تھا؟ ارباب علم ودانش سے میری گذارش ہیکہ اس کتاب میں اگر کوئی غلطی یا کمی رہ گئی ہو تو اخلاص کے ساتھ مجھ کم مایہ کو بغرض اصلاح مطلع فرمائیں۔

رسم المفتی کے اصول ومتعلقات کے علاوہ کچھ ایسے شرعی مسائل بھی انتخاب کیا ہے جن سے اکثر عوام ناواقف ہیں اور بعض خواص کی بھی ان کی طرف توجہ نہیں ہے۔

اکابر علمائے اہلسنت بالخصوص اعلحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی مستند ومشہور تصنیف لطیف ''الفتاوٰی الرضویہ'' سے جو مسائل منتخب کئے گئے ہیں ان میں جہاں سخت دقیق الفاظ تھے ان کو سہل الفاظ میں پیش کرنیکی کوشش کی گئی ہے تاکہ عوام بھی ان سے مستفیض ہوسکیں اسلئے بعض جگہ عبارتوں میں کچھ تبدیلی بھی ہوگئی ہے۔

محمد نجم الدین قادری مصباحی

تعارف مؤلف

نام۔ محمد نجم الدین قادری مصباحی

ولدیت۔ حضرت مولانا مفتی محمد حنیف قادری صاحب (علیہ الرحمۃ والرضوان)

متوطن۔ مقام بیلا ایکڈارا پوسٹ جلیشور ضلع مہوتری (نیپال)

تاریخ پیدائش۔ ۶/ جولائی ۱۹۶۳ء

اسناد۔ فاضل اشرفیہ مبارکپور منشی، کامل، مولوی، عالم، فاضل دینیات، معقولات، ادب، طب، عربی فارسی الہ باد بورڈ اتر پردیش اور فاضل مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ (بہار) وادیب کامل علیگڑھ

شرف بیعت۔ تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلحضرت مرشدی، سندی، سیدی، حضور مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف (الھند)

طالب۔ سید العرفاء، احسن العلماء، شیخ المشائخ حضور مفتی سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن برکاتی صاحب قبلہ مرشد اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان مارہرہ شریف ایٹہ (یو۔پی)

سند خلافت واجازت۔ تاج الشریعۃ حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ دامت برکاتھم القدسیہ مفتی اعظم ہند، بریلی شریف

ختم بخاری شریف۔ بدست مبارک حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان

سن فراغت۔ ۱۹۷۹ء مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (یوپی)

شرف زیارت مشائخ کرام! حضور مفتی اعظم ہند، حضور برہان ملت، حضور مجاہد ملت، حضور مرشد اعظم ہند، حضور حافظ ملت، حضور امین شریعت، حضور سید العلماء، حضور محبوب ملت، حضور امیر ملت، حضور مختار ملت، حضور شیخ العلماء، حضور صدر العلماء، حضور فقیہ ملت، حضور مبین الدین محدث امروہوی، حضور ضیاء ملت مفتی ضیاء الحسن صاحب، حضور اشرف العلماء، حضرت علامہ عبد المصطفےٰ اعظمی صاحب علیھم الرحمۃ والرضوان۔

قابل ذکر اساتذہ کرام: والدی الکریم حضور حنیف ملت، حضرت علامہ مفتی محمد کلیم الدین صاحب قبلہ، حضرت علامہ عبد الحمید نوری صاحب قبلہ کنہواں، حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی، حضرت علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفےٰ قادری صاحب قبلہ گھوسوی، حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ استاد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپو، رحضرت علامہ حاجی محمد شفیق صاحب قبلہ گھوسوی، حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ، حضرت مفتی محمد اسرائیل صاحب قبلہ صدر المدرسین مدرسہ علی پٹی (نیپال) دامت برکاتھم القدسیہ۔

مشغلہ۔ درس وتدریس اور ترویج واشاعت مسلک اہلسنت المعروف مسلک اعلحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز۔

(مولانا) محمد ثناء اللہ رضوی
امام وخطیب مسجد جونہی نہریا کانپور

ہدیۂ تشکر

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تصنیفی کام کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ دور حاضر میں ہم جیسے بے بضاعت کے لئے طباعت کے مراحل سے گزرنا پرخار وادی سے کم نہیں، عقیدت نے رہنمائی کی کہ دفتر بزم قاسمی برکاتی چمن گنج کانپور میں مُجَلِّیِ گلزار برکاتیت شیخ طریقت سرکار امین ملت حضرت علامہ سید ڈاکٹر محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتھم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ یوپی کی بافیض خدمت مقدسہ میں حاضر ہوکر شرف دیدار و دست بوسی سے فیضیاب ہوا۔ مخدوم گرامی کا خاص لطف وکرم ہوا آپ نے نہایت کریمانہ انداز میں مزاج پرسی فرمائی اور یہی ہمارے آقاؤں کا طرۂ امتیاز رہا ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدّث بریلوی فرماتے ہیں ؎

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے میرے سرکاروں کے (اعلیحضرت)

میں نے باادب عرض کیا کہ حضور! یہ مسوّدہ بنام ''فقہی تجلیاں'' بغرض اصلاح اور حصول برکت کی خاطر حاضر خدمت ہے اسے اپنے دعائیہ کلمات سے نواز دیں تو بڑا کرم ہوگا آپ نے اپنی گوناں گوں اور تمام تر مصروفیات کے باوجود بھی اپنا قیمتی وقت عطا فرمایا اور اس کتاب پر تقریظ جلیل ثبت فرما کر کتاب کی افادیت اور اہمیت میں دوبالگی فرمادیا۔ ناچیز دوسرے دن حاضر خدمت ہوا آپ نے اپنے مخصوص کریمانہ انداز میں فرمایا کہ ''بندہ جس لائق ہے اس مسودہ کی طباعت میں خدمت کریگا۔'' اتنا سنتے ہی خادم حیران و ششدر رہ گیا کہ میں نے تو دعائیہ کلمات کی درخواست کی تھی مگر حضرت کی وسیع النظری اور روشن ضمیری ہے کہ آپ نے ماتھے کی لکیروں کو پڑھ لیا اور طباعت کے سلسلے میں جو ایک بڑی تشویش لاحق تھی اسے اپنی نظر عنایت اور خاص نوازشات سے حل فرمادیا اور میرے حوصلوں میں دوبالگی اور بازوئے ہمت میں تقویت بخش دیا۔

حضرت امین ملت صاحب قبلہ دامت برکاتہٗ کا ہی خصوصی کرم ہے کہ یہ کتاب ''فقہی تجلیاں'' زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں تک پہونچی ہے مولیٰ تعالیٰ شیخ موصوف و دیگر مخدوم زادوں کی عمر میں برکتیں اور صحت و عافیت عطا فرمائے اور انکی علمی و عملی فیوض و برکات کو دوام بخشے اور ان بزرگوں کے سایۂ عاطفت کو ہم سب پر دراز فرمائے آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

راقم السطور اپنے مخدوم گرامی محسن و کرم فرما کا بے پایاں شکر گذار ہے کہ کتاب ''فقہی تجلّیاں'' بزم قاسمی برکاتی چمن گنج کانپور کے زیر اہتمام بڑی آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر لایا جس سے کہ مسلک علمائے اہلسنت المعروف ''مسلک اعلحضرت'' کی ترویج و اشاعت کا عظیم کام بھی انجام پا گیا۔ آخر آخر میں اپنے ارکان بزم قاسمی برکاتی کا بھی دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ شکر گذار ہوں۔ فقط محمد نجم الدین قادری مصباحی۔

تہدیہ

تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیٰحضرت، شبیہہ غوث اعظم، قطب عالم مرشدی و آقائی و سندی حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ اقدس میں کہ جن کے دامنِ کرم کی وابستگی اور مرشد اعظم ہند حضور احسن العلماء مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن صاحب قبلہ مارہروی علیہ الرحمۃ کے روحانی فیضان اور والدی الکریم خلیفہ حضور ازہری میاں صاحب قبلہ بریلوی حنیف ملت مفتی الشاہ محمد حنیف صاحب قادری قبلہ علیہ الرحمہ بانی و سربراہ اعلیٰ مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور ریشوا کٹیا نیپال، کی بارگاہ عالیہ میں کہ جن کی تعلیم و تربیت نے مجھے اصول افتاء وغیرہ سے متعلق کچھ جمع کرنیکا سلیقہ بخشا۔

محمد نجم الدین قادری مصباحی

دعائیہ کلمات

استاذالاساتذہ بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی صاحب قبلہ
شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو (یو۔پی)

ہمارے عزیز حضرت مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی سلمہٗ ربہٗ نے رسم المفتی اور مسائل شرعیہ مخصوصہ پر مشتمل ایک منتخب قابل دید تحریر مجھے دکھلائی جس کو اکابر علمائے اہلسنت اور اعلیحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کی تصنیفات سے جمع کیا ہے جو باذوق علماء وطلبہ کے لئے معلوماتی ومفید ہے۔

میں عزیزی مولانا موصوف سلمہٗ کی اس اہم ''تالیف'' کی داد دیتا ہوں کہ انھوں نے بڑی محنت سے ایسے قابل امور اور خاص اہم مسائل جمع کئے ہیں جنکی ضرورت عوام وخواص دونوں کو پڑتی رہتی ہے میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس قابل قدر علمی کاوش کو مقبول عام ومفید تام بنائے آمین۔ **بجاہ حبیبہٖ الکریم و علیٰ اٰلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم**

عبدالمنّان اعظمی

مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو (یو۔پی)

بتاریخ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

تقریظ جلیل

گل گلزار برکاتیت شیخ طریقت حضرت امین ملت علامہ

ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی صاحب قبلہ

دامت برکاتھم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ ایٹہ (یو۔پی) و پروفیسر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب اکرم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل فرمائی اس میں ''پڑھنے'' کا حکم دیا گیا سید کونین ﷺ نے علم کی اہمیت اور حصول علم کی ضرورت پر جگہ جگہ ارشاد فرمایا ''جھولے سے قبر تک علم حاصل کرنے کا حکم دیا'' ''حصول علم کے لئے چین تک جانے کو ارشاد فرمایا''۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو علم کی اہمیت ، افادیت اور ضرورت کے سلسلے میں بار بار اطلاعات فراہم کرتا ہے سید عالم ﷺ نے علمائے کرام کو انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کا وارث قرار دیا قرآن عظیم نے جاہلوں اور علماء کے درمیان امتیاز کیا۔

اسلام اور اس سے متعلق علوم کے مختلف شعبوں کی ایک طویل فہرست بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس محفوظ ہے تفسیر، فقہ، حدیث، سیرت، اسماء الرجال وغیرہ سے متعلق ہزاروں تصانیف ہمارے علماء اور بزرگوں کا بیش بہاء سرمایہ ہیں جن پر مسلمان جتنا فخر کریں کم ہے۔

حضرت مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی صاحب کی تالیف ''فقہی تجلیاں'' فقہ سے متعلق ایک بنیادی کتاب ہے جس میں انھوں نے نئے قارئین کے لئے عام فہم زبان میں مفتی کی ذمہ داریوں، افتاء کی اہمیت، ضرورت اور افادیت پر سلیس انداز میں قلمبند کیا ہے۔

مولانا موصوف نے ان علمائے کرام کے لئے جو افتاء کے میدان کو اپنانا چاہتے ہیں ایک بنیادی کتاب لکھ دی مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب ان حضرات کے ساتھ ساتھ عام قارئین کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی۔ میں بصمیم قلب مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی صاحب کے لئے دعاگو ہوں کہ مولیٰ تبارک تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مولانا صاحب کو اجر عظیم سے نوازے آمین بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

سید محمد امین شعبۂ اردو
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۲۱۔ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
۱۶۔ اگست ۲۰۰۶ء

تقریظ جلیل

محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ
صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (یو۔پی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

لوگوں کے درپیش مسائل کو سننا ان کے مضمرات کو سمجھنا حتی المقدور ان کے حقائق کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش کرنا پھر ان کے شرعی احکام کی تنقیح و تحقیق کر کے رضائے الٰہی کے لئے رہنمائی کرنا انھیں بھلے برے سے آگاہ کرنا بھلائی کا حکم دینا برائی سے روکنا اسلام و مسلمانوں کے ساتھ بڑی خیر خواہی ہے بلکہ یہ اللہ عزوجلّ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی خیر خواہی ہے یہی ہے مفتی کا اصل کام۔ اس لحاظ سے اس کی یہ خدمت بے پناہ اہم ہے کہ دین اسلام سراپا خیر خواہی ہے اور مفتی کو اس کی رہنمائی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔

کام جس قدر اہم ہوتا ہے پابندیاں بھی اسی قدر سخت ہوتی ہیں اس لئے مفتی کو اپنی یہ ذمہ داری انجام دینے کے لئے بہت سے ایسے اصول و ضوابط کا پابند کیا گیا ہے جو اپنے شرعی احکام کی تنقیح و تحقیق میں امکانی غلطیوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور حق یہ ہے کہ انکی رعایت وہی ارباب افتاء کر پاتے ہیں جو حدیث رسول (ﷺ) ''**مَن یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیراً یُفَقِّھہُ فِی الدِّین**'' کے مصداق ہوتے ہیں اور انھیں منجانب اللہ خیر کی توفیق ملتی ہے۔

پیش نظر کتاب ''فقہی تجلیاں'' میں ایسے اصول و ضوابط کو بڑی محنت و جانفشانی سے جمع کرنے کے ساتھ ہی ان کو سمجھنے و سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اسکی وجہ سے مفتی کے لئے یہ سہولت فراہم ہوگئی کہ اسے اپنے رہنما اصول یکجا دستیاب ہو گئے جن کی روشنی میں اسے آگے بڑھنے میں مدد ملیگی۔

لیکن فتوی نویسی کے لئے صرف یہ اصول کافی نہیں کہ ان کا مطالعہ کر کے دار الافتاء قائم کر لیجئے اور خامہ فرسائی شروع فرما دیجئے بلکہ ان کے ساتھ ایک ماہر تجربہ کار باتوفیق مفتی کی خدمت میں شب و روز حاضر رہکر سالہا سال تک فتوی نویسی کی تربیت حاصل کرنا سخت ضروری ہے ورنہ صرف مطالعہ کی بناء پر نہ کوئی ان اصولوں سے خاطر خواہ استفادہ کر سکتا ہے اور نہ ہی قوم و ملت کی رہنمائی و خیر خواہی کا فریضہ صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے۔ جیسے کوئی ڈاکٹر اصولِ جراحت کا مطالعہ کر کے سرجن نہیں ہو سکتا بلکہ ماہر سرجن کے ساتھ رہ کر سرجری کی عملی ٹریننگ حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ وہ ان اصولوں کی رعایت کر کے بھی مریض کا صحیح آپریشن نہیں کر سکتا اور اسکا آپریشن کرنا مریض کے ساتھ خیر خواہی نہ ہوگا بلکہ سرتاسر بدخواہی قرار پائے گا اس لئے صرف کتاب کا مطالعہ فتوی نویسی کی کھلی اجازت نہیں ہے بلکہ یہ اس کے لئے بس ایک حد تک اعانت ہے۔

اس کتاب کے مؤلف محبّ محترم حضرت مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی دام مجدھم اہلسنت و جماعت کی معروف و ممتاز درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے فاضل اور باصلاحیت عالم دین ہیں درجۂ فضیلت میں ایک سال تک میں حضرت مولانا موصوف کا رفیق درس بھی رہ چکا ہوں اس لئے مجھے ان کی علمی صلاحیت اور ذھانت کا اندازہ ہے اور یہ مجھ پر ان کا کرم ہے کہ میرے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہیں اور اسی بناء پر یہ کتاب مجھے نظر ثانی کے لئے دی ساتھ ہی اس پر تقریظ لکھنے کا حکم بھی فرمایا اللہ عزوجل ان کے حسن ظن کو باقی رکھے ورنہ میں اس لائق نہیں کہ اتنی بڑی ذمہ داری اپنے سر لے سکوں۔ اور حضرت مولانا موصوف اس بے مایہ سے بہت اچھے ہیں۔ ان کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کتاب کا اکثر حصہ پڑھا اور انکی اس علمی کاوش سے بہت متاثر ہوا کیونکہ حضرت مولانا موصوف ایک اچھے باصلاحیت مدرس و دیگر دینی مشاغل کے باوجود فتوی نویسی کے موضوع پر ایسی جامع اور معلوماتی کتاب تالیف فرمائی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسکا مطالعہ علماء و طلبا کے لئے مفید اور معلومات افزا ثابت ہوگا۔

دعاء ہے کہ اللہ عزوجل حضرت مولانا موصوف کو مزید تصنیفی خدمات کی توفیق رفیق بخشے اور ان سے اپنی رضا کے کام لے۔ بجاہ حبیبہ النبی الامین الکریم علیہ و آلہٖ افضل الصلوٰۃ و التسلیم

محمد نظام الدین الرضوی
خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور
۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

تأثر

بقلم حضرت علامہ مفتی محمد احمد اشرفی صاحب قبلہ مفتیٔ اعظم کانپور

محب گرامی حضرت علامہ مولانا محمد نجم الدین قادری مصباحی زید مجدھم نے اپنی ترتیب ''فقہی تجلیاں'' جو رسم المفتی و فقہی اصطلاحات اور مسائل شرعیہ پر مشتمل ہے مجھے دکھایا یہ بہت ہی خوب کوشش ہے موصوف نے اکابر اہلسنت اور اعلحضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیھم الرحمۃ والرضوان کی ضخیم تصنیفات سے اخذ کیا۔ جو عوام وخواص کیلئے معلوماتی ومفید ہے مولانا موصوف کی یہ اہم تالیف قابل صد ستائش ولائق تحسین ہے کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے اصول فقہہ کے کچھ چیدہ مسائل کو تفصیلی طور پر پیش کیا ہے۔ نیز ان اہم ودقیق مسائل کو بھی یہاں جمع کیا ہے جنکی ضرورت بسا اوقات عوام وخواص دونوں کو پڑتی ہے دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف گرامی کی کتاب ''فقہی تجلیاں'' کو قبول خاص وعام ومفید تام بنائے اور نجات آخرت کا سامان بھی۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقیر محمد احمد اشرفی غفرلہ

دار العلوم غوثیہ اشرفیہ کانپور

یکم رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

آئینہ فقہی تجلیاں

مضامین	صفحہ

آئینہ فقہی تجلیاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ و نُصلّی و نُسَلِّم عَلیٰ حبیبہٖ الکریم

فقہ اور اسکے متعلقات

''فقہ'' لغت میں کسی شئے کے جاننے کو کہتے ہیں یہ باب سمِع یسمَعُ سے آتا ہے لفظ فقیہ صفت کا صیغہ ہے اور اسم فاعل کے معنی میں بولا جاتا ہے پھر یہ لفظ فقہ علم شریعت کے معنی میں خاص ہو گیا۔

''فَقِہَ'' بکسر القاف اس کے لئے بولا جاتا ہے جو کوئی کچھ سمجھ لے اور لفظ فَقَہَ بفتح القاف اس کے لئے بولا جاتا ہے جو دوسرے سے پہلے خود کچھ سمجھ لے فَقُہَ بضم القاف اس کے لئے بولا جاتا ہے جو فقاہت میں پوری مہارت حاصل کر لے۔

علم فقہ کی تعریف اصولیین کے نزدیک تفصیلی دلائل کے ساتھ احکام شرعیہ کے جاننے کو علم فقہ کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے فِقہ مجتہدین حضرات کا خاصہ ہے۔

علم فقہ کی تعریف فقہاء کے نزدیک احکام شرعیہ وفرعیہ کا علم وحفظ چاہے ان مسائل کا حصول تفصیلی دلائل سے کیا گیا ہو یا اقوال مجتہدین سے اس لحاظ سے مقلدین کے علم کو بھی فقہ کہا جائیگا۔

علم فقہ کی تعریف صوفیاء کے نزدیک دنیا سے اعراض کر کے آخرت کیطرف رُغبت کرنا۔ دین پر بصیرت رکھنا عبادت پر ہمیشہ قائم رہنا اور مخلوق کی نصیحت کرنا ''فقہ'' ہے اس تعریف کے اعتبار سے ''فقیہ'' عالم با عمل اور متقی کامل کو بھی کہا جائیگا۔

موضوع علم فقہ کا موضوع فعلِ مکلّف ہے اس حیثیت سے کہ مکلّف عاقل، بالغ ہو۔

غایت سعادت دارین (دنیا و آخرت کی نیک بختی) حاصل کرنا۔

علم فقہ کی مبادی اصول فقہ کے مسائل ہیں (جو اصحاب مذہب سے مروی ہوں)

فقہ کی بنیاد قرآن میں

''فقہ'' کا فن خود ساختہ نہیں ہے۔ بلکہ اسکی بنیادیں قرآن وحدیث میں

موجود ہیں قرآن حکیم کے ساتھ علم فقہ کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ فقہ کا لفظ بھی قرآن ہی سے لیا گیا ہے ارشاد باری ہے۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِ فِرقَۃٍ منھُم طآئفۃٌ لیتفقّھوا فی الدین ٥ تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے (مومنین) ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس علم سے دین میں تفقّہ پیدا ہوتا ہے اسی کا نام "علم فقہ" ہے۔ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

فقہ کی بنیاد حدیث میں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فی الدین (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔ دوسری حدیث پاک میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّ رِجَالًا یا تُونَکُمْ مِنْ اَقطَارِ الارضِ یتفقّھُوْن فِی الدّینِ فاذا اَتوُکم فاُستَوصَوا بھم خیراً٥ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۴ سطر ۱۱-۱۲)

یعنی زمین کے مختلف گوشوں سے لوگ تمہارے پاس آئینگے تاکہ دین کی فقہ حاصل کریں جب وہ تم سے ملیں تو تم انھیں بھلائی کی نصیحت کرنا ان احادیث سے بھی علم فقہ کی شرعی حیثیت ظاہر ہورہی ہے۔

فقہ کی ضرورت

حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں مسلمان آپکی خدمت پاک میں حاضر ہوکر مسائل کا حل پوچھتے اور رہنمائی حاصل کرتے تھے جسکی وجہ سے انھیں کسی قسم کی دِقت پیش نہیں آتی تھی۔

اس طرح شارحِ قرآن علیہ الصلوٰۃ السلام سے براہ راست استفادہ کی سہولت ان لوگوں کو حاصل تھی جو دورِ رسالت سے تعلق رکھتے اور آپکی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو سکتے تھے لیکن سوال یہ تھا کہ وہ لوگ جو دور دراز کے علاقوں میں رہتے اور ہر مسئلہ کے حل کے لئے بارگاہ نبوی سے رجوع نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے مسائل کیسے حل کرتے؟ یا حضور ﷺ کے وصال کے بعد قیامت تک درپیش آنے والے مسائل حل کرنے کے سلسلے میں کیا طریقہ اختیار کرتے؟ تو اس ضمن میں اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اہل علم کو قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کی اجازت دی گئی لہٰذا دورِ رسالت میں ہی اجتہاد کی بنیاد ڈالدی گئی تھی تاکہ اُسے سند اعتبار حاصل ہو جائے اور کوئی شخص انکار کی جرأت نہ کر سکے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دو عالم ﷺ نے ملک یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا اور فرمایا اے معاذ! تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ تو حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے پھر آپ نے فرمایا اگر تم اس میں نہ پاؤ تو انھوں نے عرض کیا سنت رسول اللہ سے پھر آپ نے فرمایا اگر تم اس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا اتنا سننے کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے اس پر مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے نمائندہ کو مسائل حل کرنیکی توفیق بخشی۔ (احمد بحوالہ نور الانوار)

قرآن پاک کا ارشاد ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥

(پ ۱۴۔ سورہ نحل آیت ۶۲ رکوع ۴۰)

یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن وحدیث سے واضح طور پر مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو مجتہدین وفقہائے کرام سے رہنمائی حاصل کرو خلاصہ کلام یہ ہے کہ قیامت تک کے مسلمانوں

کو احکام شرع جاننے کے لئے قرآن وسنت کی روح تک رسائی رکھنے والوں کی ضرورت پڑیگی کہ ہر ایک میں اجتہادی قوت وصلاحیت نہیں ہوتی چنانچہ ان ہی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے علم فقہ کی بنیاد ڈالی گئی جس کے لئے فقہائے کرام نے اپنی خداداد علمی وروحانی صلاحیتیں بروئے کار لاکر قیامت تک کے لئے ضرورت مندوں کو مسائل کا ایک عظیم ذخیرہ عطا فرمادیا۔

فقہ کی فضیلت

''فقہ'' کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے حصول کے بعد انسان نہ صرف اپنی انفرادی زندگی بلکہ اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں بھرپور کردار ادا کرنے کے قابل ہوجاتا ہے جب تک وہ علم فقہ سے بہرہ ور نہیں ہوتا حقوق اللہ وحقوق العباد سے ناواقف رہکر جہالت وضلالت کی وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے اگر وہ حقوق کی ادائیگی کرنا چاہے بھی تو معلومات نہ ہو نیکی وجہ سے خود بھٹکنے بلکہ دوسروں کو بھی غلط راستے پر ڈالنے کا خطرہ رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے علم فقہ کا حصول ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے **فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ٥** (پ ۱۱ س توبہ آیت ۱۲۲)

یعنی تو ایسا کیوں نہ ہوا؟ کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں (کنز الایمان) اس سے معلوم ہوا کہ علوم دینیہ میں علم فقہ سب سے افضل ہے آج کل لوگوں نے اس سے لاپرواہی برتی ہے رب فرماتا ہے جسے حکمت دی گئی اُسے خیر کثیر عطا کی گئی اور بقدر ضرورت فقہ سیکھنا فرض عین ہے جسطرح نماز، روزے،

پاکی، ناپاکی کے احکام سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اسی طرح تاجر پر تجارت کے مسائل سیکھنا فرض ہے حضرت امام شافعی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ علم دین سیکھنا نفل نماز سے افضل ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے محض زاہد سے فقیہ کی برتری کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا فقیہٌ واحدٌ اشدُّ علیَ الشیطٰنِ من الف عابد (مشکوٰۃ۔ کتاب العلم ص ۳۴) یعنی ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ بھاری وسخت ہے اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **تَفَقَّهُوا قبل اَن تَسَوَّدُوا** یعنی سردار ہونے سے پہلے فقہ (دین کی سمجھ) حاصل کرو۔ (بخاری ا ص ۱۷)

خصوصیت فقہ

"فقہ" کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے انسانی افعال واعمال کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے فقہ اسلامی میں جواز یا عدم جواز کا حکم بیان نہ کیا گیا ہو اگر کسی مسئلہ سے متعلق صراحتاً حکم نہ ملے تو ایسے اصول وقواعد ضرور ملیں گے جن کے ذریعہ اسکا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔

فقہ اسلامی نے اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ عالمی تمدن ومعاشرہ پر بھی گہرے نقوش قائم کئے ہیں اور اسکی طرف دنیا کی رہنمائی کی ہے جسکی وجہ سے غیر مسلم محققین بھی اسکا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور انھوں نے اسلامی فقہ کی جامعیت وہمہ گیری کا اعتراف کیا ہے کیونکہ فقہ میں وہ تمام اصول ومبادی موجود ہیں جو عروج وارتقاء کے لئے لازمی ہیں۔

''فقہ اسلامی'' اہل شرف کے شرف کو بڑھاتی ہے غلام کا درجہ بلند کرتی ہے بلکہ اسے شاہوں کی مجلس میں بیٹھا دیتی ہے اور اپنے عاملین کو اللہ جل شانہ اور حضور ﷺ کا مقرّب بنا دیتی ہے اور یہی فلاح وکامرانی کی عظیم دولت ہے مولیٰ تعالیٰ

ہم سب کو فقہ اسلامی پر عمل کرنے کا پابند بنادے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقہ کی تاریخ

عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ فقہ کا فن ائمہ مجتہدین کے دور کی ایجاد ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسلامی تاریخ وسیرت کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بنیاد حضور ﷺ کے عہد مبارک میں پڑ چکی تھی جس کو ہم مختصر طور پر چار دور میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا دور! ظہور نبوت سے لیکر ۱۰ھ تک ہے۔ جس کو ہم عہد رسالت سے تعبیر کرتے ہیں اس زمانے میں حضور ﷺ کی ذات اقدس شرعی احکام کا سرچشمہ اور شرعی اسلام کی حیثیت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان موجود تھی اس لئے جب بھی ان کے سامنے کوئی نیا مسئلہ سامنے آتا تو وہ لوگ فوراً آقائے کائنات ﷺ سے پوچھ لیتے یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کو حکم معلوم کرنے کے لئے عموماً اجتہاد کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

دوسرا دور! بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دور مبارک ہے جو ۱۰ھ کے بعد سے شروع ہوکر ۴۱ھ تک پر ختم ہوجاتا ہے۔ اُسے ہم ''فقہ صحابہ'' کا دور کہتے ہیں اس دور کے مشہور فقہائے کرام کے اسماء مبارکہ یہ ہیں چاروں مشہور خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی ابن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

تیسرا دور! صغار صحابہ کرام اور کبار تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دور پاک ہے یہ دور ۴۱ھ کے بعد سے شروع ہوکر دوسری صدی ہجری کی ابتداء تک پہونچ کر ختم ہو جاتا ہے یہی وہ مبارک دور ہے۔ جس میں دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے امت محمدیہ

کے اصحاب علم وفضل ہر جانب ۔گروہ در گروہ پھیل گئے اور متعدد علمی وفقہی مراکز مختلف شہروں میں قائم ہو گئے جہاں سے دینی علوم وفقہی مسائل کی تدوین واشاعت کا سلسلہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔

چوتھا دور! دوسری صدی کی ابتداء سے شروع ہو کر چوتھی صدی ہجری کے تقریباً نصف تک پہونچ کر تمام ہو جاتا ہے اس دور میں دینی حلقوں میں یونانی علوم وفنون کی ترویج اور اسلامی علوم کی نشر واشاعت کے ساتھ مختلف تہذیبوں کے اختلاط کیوجہ سے اس وقت کی دنیا ایک ''جہان نو'' میں تبدیل ہو چکی تھی اسلامی تاریخ کا یہی وہ زمانہ ہے جس میں اساطین امت کو زندگی کے نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا دین کی بقاء اور کتاب وسنت کی حفاظت کے لئے نئی نئی ضرورتوں کا احساس ہوا فکر ونظر کے جوہر کھلے نئے نئے علوم وفنون کی بنیادیں رکھی گئیں تب کہیں جاکر ''تدوین حدیث'' کا کام مکمل ہوا۔ مجتہدین کرام اور ان کے علاوہ سیکڑوں افراد اسلامی قوانین کی تدوین اور استخراج کے کاموں میں مصروف رہے اسکے بعد ہی اسلامی قوانین اور مسائل کا ایک عظیم ذخیرہ اسلامی تاریخ کو دستیاب ہوا جو قیامت تک امت مسلمہ کی دینی ضرورتوں کا کفیل ہے اُسی عہد مبارک میں فقہ کے اصول اور کتاب وسنت کے احکام کے لئے فرض، واجب، سنت، مستحب وغیرہ کی فقہی اصطلاحات وضع کی گئیں۔

چوتھے دور کے مشہور فقہائے کرام

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ	حضرت امام مالک بن انس
حضرت امام محمد بن ادریس شافعی	حضرت امام احمد بن حنبل
حضرت سفیان بن سعید ثوری	حضرت شریک بن عبداللہ نخعی

اور حضرت عمر بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین

مذاہب اربعہ

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اجتہاد کا سلسلہ دور رسالت ہی میں شروع ہو چکا تھا اور حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے اس پر مسرت اور شادمانی کا اظہار بھی فرمایا تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم قرآن وسنت کی روشنی میں درپیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کرتے تھے تابعین حضرات رحمتہ اللہ علیھم نے اس کام کو آگے بڑھایا اور مختلف علاقوں میں مجتہدین کرام کی جماعتیں وجود میں آئیں ان فقہاء ومجتہدین میں سے بعض حضرات کی فقہ جمع ہوئی اس کے لئے اصول وضوابط بنائے گئے۔ اسطرح ان کے فقہی مذاہب جاری ہوئے لیکن ان فقہی مذاہب میں سے چار مذاہب درجۂ شہرت کو پہونچے۔

عالم اسلام میں بسنے والے مسلمانون نے ان سے رشتہ جوڑا اور انکی فقہی قیادت کو تسلیم کیا ان چار فقہی مذاہب کے بانی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، حضرت امام مالک بن انس، حضرت امام محمد بن ادریس شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل علیھم الرحمۃ والرضوان ہیں۔ جن کی فقہ بالترتیب فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی کہلاتی ہے۔ اہلسنت وجماعت کے نزدیک ان چاروں فقہی مذاہب میں سے کسی ایک کے ساتھ ''تعلق'' واجب وضروری ہے اسی ''تعلق'' کو تقلید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تقلید

یہ واضح ہو چکا ہے کہ مذاہب چار ہیں اور وہ چارون حق ہیں یہاں ''حق'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی پیروی کرلی جائے تو خدا کے نزدیک اسکی پکڑ نہ ہوگی۔

''تقلید'' مطلقاً فرض ہے اور اس کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول وفعل کو اپنے اوپر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اسکا قول ہمارے لئے حجت ہے جیسے ہم شرعی

مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول وفعل کو بغیر شرعی دلائل پہ نظر کئے دلیل سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کو تقلید نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے، ہم آپ کے ''امتی'' کہے جائنگے ''مقلد'' نہیں۔

علمائے کرام کی اطاعت جو مسلمان کرتے ہیں اسکو بھی تقلید نہیں کہا جائیگا کیونکہ کوئی بھی ان کے قول وفعل کو اپنے لئے دلیل شرعی نہیں بناتا ہے بلکہ یہ سمجھ کر انکی بات مانی جاتی ہے کہ یہ ''علماء'' کتابوں سے مسائل بیان کرتے ہیں اگر کتابوں کے خلاف ان کا کوئی قول ثابت ہو جائے تو لوگ ان کے قول کو تسلیم نہیں کرتے ہیں بخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے کہ اُسے حجت تسلیم کرتے اور اس پر عمل لازم سمجھتے ہیں۔

جسطرح عقائد میں کسی امام کی تقلید جائز نہیں مثال کے طور پر اگر کوئی سوال کرے کہ توحید ورسالت تم نے کیسے مانی؟ تو جواب میں صرف یہ کہا جائیگا کہ توحید ورسالت کے دلائل سے یہ نہیں کہا جائیگا کہ حضرت امام اعظم کے فرمانے سے اسی طرح صریح احکام میں بھی کسی امام کی تقلید جائز نہیں مثال کے طور پر نماز پنجگانہ۔ تیس روزے وغیرہ یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص میں صراحتًا موجود ہے۔

''تقلید شخصی'' واجب ہے کیونکہ اسکا ثبوت اجماع سے آج بھی ہے اور اس سے پہلے بھی تھا عام مسلمان ''تقلید شخصی'' کو اچھا جانتے مانتے چلے آئے ہیں اور مقلّد ہوئے حدیث شریف میں آیا ہے **ماراٰهُ المُسلِمُونَ حسنًا فهو عِندَاللهِ حسنٌ (رواه احمد فی کتابه مسند)** جس کو مسلمان اچھا جانے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جو تقلید شخصی کا منکر ہے گویا وہ اجماع امت کا منکر ہے کیونکہ اجماع امت کا اعتبار اگر شریعت میں نہ کیا جائے تو خلافت صدیقی وخلافت فاروقی کا ثبوت کسطرح ہوگا؟ اور ظاہر ہے دونوں خلافتوں میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے

اسلئے ماننا پڑے گا کہ تقلید شخصی پر بغیر عمل کئے کوئی چارہ نہیں۔

فقہ حنفی

چار فقہی مذاہب میں سے فقہ حنفی کو جو قبولیت عامہ حاصل ہے وہ اظہر من الشمس ہے آج دنیا میں فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد دیگر مذاہب کے مقلدین سے بدر جہا زیادہ ہے اس لئے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ علم، فضل وشرف وغیرہ میں اپنے تمام ہمعصروں سے ممتاز تھے وہ مذہبی تقدس کے ساتھ دنیاوی اغراض شناس تھے اور تہذیب وتمدن کی ضرورتوں کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے مقدمات کے فیصلوں کی وجہ سے ہزاروں پیچیدہ مسائل ومعاملات آپ کی نگاہ سے گزر چکے تھے انکی مجلس افتاء بڑی عدالت تھی جس نے لاکھوں مقدمات کا فیصلہ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ اسوقت کے ارکان سلطنت بھی مشکل اور لاینحل امور میں آپ سے ہی مشورہ لیتے تھے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وہمنشیوں میں بہت سے وہ لوگ بھی تھے جو منصبِ قضاء پر فائز تھے۔

(۱) نصوص شرعیہ سے مطابقت (یعنی "فقہہ حنفی" حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض کلام اللہ کے مطابق ہے) (۲) آسان ہونا (۳) قواعد معاملات کی وسعت (۴) عقل کے مطابق ہونا (۵) ذمیوں سے متعلق حقوق " فقہہ حنفی " کی خوبیوں سے ہیں۔ ان کے علاوہ فقہ حنفی کی ایک عظیم خوبی یہ بھی ہے کہ اس مسلک کو اولیائے کرام کی بہت بڑی تعداد نے اختیار فرمایا جو اپنے سخت مجاہدے میں ثابت قدم اور مشاہدۂ حق سے سرفراز ہوئے جیسے حضرت ابراہیم بن ادہم حضرت منصور بلخی، حضرت معروف کرخی، حضرت بایزید بسطامی ودیگر اولیائے کرام وعلماء اسلام مذہب حنفی کے پابند رہے۔

فقیہ کون ہے؟

قرآن میں شرعی واسلامی احکام کا بیان اجمالاً ہے جس کو پڑھکر ہم ان کے اصول وکلیات سے واقف ہوتے ہیں انکی مزید تفصیلات وجزئیات کا علم احادیث کریمہ کے ذریعہ ہوتا ہے اور قرآن وحدیث کے وسیع وعمیق دریائے ذخار سے احکام ومسائل کے موتی چننے والے کو ہی اسلامی اصطلاح میں ''فقیہ'' کہا جاتا ہے۔

''فقیہ'' کے لئے بیک وقت کن کن علوم میں مہارت ضروری ہے؟

ان کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شاطبی علیہ الرحمتہ اپنی تصنیف لطیف ''المواقفات'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ **لابُدَّ للفقیہِ اَنْ یَّعْلَمَ ماھونا سخٌ و منسوخٌ و ماھو مجملٌ و مُفسَّرٌو ما ھو خاصٌ و عامٌ ؟ ماھو محکم و متشابہ ؟** یعنی ایک فقیہ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآن کی کونسی آیت ناسخ ہے اور کونسی منسوخ، کونسی آیت مجمل ہے اور کونسی مفسر کونسا لفظ خاص ہے اور کونسا عام یونہی کون سی آیت محکم ہے اور کونسی متشابہ؟

فقیہ کے لئے اس بات کا بھی جاننا ضروری ہے کہ مامور بہ کس درجہ کا ہے؟ یعنی فرض ہے واجب ہے۔ سنت ہے مستحب ہے یا مندوب اسی طرح ان باتوں سے بھی واقف ہونا لازمی ہے منھی عنہ کس درجہ کا ہے؟ کفر ہے، حرام ہے یا مکروہ قرآن فہمی کے لئے شان نزول اور احکام کی علت وحکمت اور نزول قرآن کے وقت اہل عرب کے معاشرے کی جو حالت تھی اس سے بھی ایک فقیہ کو باخبر ہونا ضروری ہے نیز قرآنی آیت کی تفسیر میں مرفوع احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال ماثورہ کا علم بھی لابدّی ہے معلوم ہوا کہ جو ان اوصاف مذکورہ کا حامل ہو دراصل وہی ''فقیہ'' ہے۔

متقدمین ومتاخرین کی اصطلاح

''فقہ'' اوراس کے متعلقات جاننے کے بعد اب ہم رسم المفتی کے ضروری قواعد وفوائد اور فقہی اصطلاحات کا تعارف پیش کررہے ہیں۔

فقہائے متقدمین ان حضرات کو کہا جاتا ہے جنھوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان کا زمانہ پایا ہو اور ان سے فیض بھی حاصل کیا ہو۔

فقہائے متاخرین ان حضرات کو کہا جاتا ہے جنھوں نے ان مذکورہ تینوں اماموں کا زمانہ نہ پایا ہو۔

ایک قول کے مطابق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علامہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ تک ''متقدمین'' کہے جاتے ہیں اور حضرت علامہ شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ سے حضرت علامہ حافظ الدین بخاری تک ''متاخرین'' کہے جاتے ہیں۔

سلف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک حضرات کو ''سلف'' کہا جاتا ہے۔

خلف حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شمس الائمہ حلوانی تک حضرات کو ''خلف'' کہا جاتا ہے۔

مشائخ اور اصحاب کا فرق

فقہائے کرام اکثر وبیشتر مسئلہ کی تصحیح کے وقت فرمایا کرتے ہیں۔ **ھذا قول المشائخ** اور کبھی ''**و علیه عامة المشائخ**'' اور کبھی یوں فرمایا کرتے ہیں ''**عند اصحابنا**'' اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی اصطلاحات درج ذیل ہیں

''مشائخ'' سے مراد وہ حضرات ہیں جنھوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا ہو اور نہ ہی ان سے فیض یاب ہوئے ہوں اسی کو نہر الفائق میں حضرت عمر بن نجیم

مصری نے اختیار کیا ہے۔ ''اصحاب'' سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد وغیرہما ہیں اور عامة المشائخ سے ''اکثر مشائخ'' مراد لیا ہے۔

شیخین۔صاحبین،طرفین کی اصطلاح

فقہائے کرام کی اصطلاح میں لفظ شیخین۔صاحبین۔طرفین بہت زیادہ مستعمل ہیں۔اہل سیرت کی اصطلاح میں صاحبین اور شیخین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ ہیں لیکن فقہائے کرام علیہم الرحمتہ والرضوان کی اصطلاح میں شیخین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ والرضوان کو کہتے ہیں اور صاحبین حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کو کہتے ہیں اور طرفین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہما کو کہتے ہیں۔

''ائمہ ثلاثہ'' سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ ہیں اور ''ائمہ اربعہ'' سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ الرضوان ہیں۔

کتب فقہ میں جہاں کہیں بھی مطلقاً لفظ حسن بولا جاتا ہے تو اس سے مراد ''حضرت حسن بن زیاد'' جو شاگرد ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے وہ مراد ہوتے ہیں اور کتب تفسیر میں اُسی لفظ حسن سے ''حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ'' مراد ہوتے ہیں۔

لفظ عندہ اور عنہ کا فرق

لفظ "عندہ" کی دلالت اس بات پر ہوتی ہے کہ یہ قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور لفظ "عنہ" کی دلالت اس بات پر ہوتی ہے کہ یہ قول **بذاتہٖ** حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ آپ سے روایت کردہ ہے۔

جب فقہائے کرام علیہم الرحمتہ والرضوان بغیر مرجع ذکر کئے لفظ **عندہ** کا استعمال کسی حکم کے لئے کریں یا "**ھذامذ ھبہ**" کا جملہ بغیر مرجع کے ذکر کئے استعمال کریں تو ایسی صورت میں اس سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہونگے۔اسی طرح لفظ **عندھما** کی ضمیر کا مرجع صاحبین رضی اللہ عنہما کو قرار دیا جاتا ہے۔

جب کوئی حنفی کسی مسئلہ میں لفظ ھٰذا **عندنا** کا استعمال کرے تو انکی مراد اس سے یہی ہوگی کہ یہ قول حضرت امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ عنہم کا ہے اور جب کسی مسئلہ میں لفظ "**عندالائمة الثلاثة**" کا استعمال کرے تو اُس سے مراد حضرت امام مالک۔حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ہونگے۔جیسا کہ مدت حمل میں کہا گیا ہے **اکثرُ مُدةِ الحَمْلِ عِنْدنا سَنتان** یعنی حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمتہ اللہ علیھم کے نزدیک حمل کی اکثر مدت دوسال ہیں۔اور "**عندالائمة الثلاثة اربع سنین**" امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیھم کے نزدیک حمل کی اکثر مدت چار سال ہیں۔

جب کسی مسئلہ میں **عند محمد کذا و عندھما کذا** کا استعمال کیا جائے تو لفظ **عندھما** سے شیخین مراد ہونگے اور اگر **عند ابی یوسف و عندھما کذا** کا استعمال کیا جائے تو ایسی صورت میں **عندھما** سے مراد "طرفین" ہونگے۔

لفظ ''قالوا'' کا استعمال

فقہائے کرام لفظ ''قالوا'' کا استعمال اس مقام پر کرتے ہیں جہاں مسئلہ میں مشائخ کرام کا اختلاف ہو حضرت علامہ تفتازانی نے حاشیۂ کشاف میں تحریر فرمایا لفظ ''قالوا'' میں اشارہ اس طرف ہے کہ ''مقولہ'' قول ضعیف ہے لیکن فقہائے کرام کے عرف میں پہلا معنی ہی زیادہ مستعمل ہے یعنی جہاں مسئلہ میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے۔

لفظ ''قیل'' اسکی تحقیق یہ ہے کہ اگر مصنفِ کتاب نے التزام کرلیا ہے کہ جب مرجوح قول نقل کیا جائیگا تو اس صورت میں لفظ ''قیل'' سے قول ضعیف کی طرف اشارہ ہوگا اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جہاں بھی لفظ ''قیل'' کا استعمال ہو وہاں قول ضعیف ہی مراد ہو بلکہ مصنفِ کتاب کے لازم کرنے پر موقوف ہے حضرت علامہ حسن شرنبلالی کا یہی نظریہ ہے۔

لفظ ''ینبغی'' کا استعمال

فقہائے متاخرین کے نزدیک لفظ ''ینبغی'' کا استعمال مستحب کی جگہ میں اور لفظ **لا ینبغی** کا استعمال مکروہ تنزیہی کی جگہ میں مشہور ہے اگرچہ فقہائے متقدمین کے نزدیک اسکا استعمال عام ہے جیسا کہ آیات کریمہ **ماکان ینبغی لنا ان نتخذ الخ وما علمناہُ الشعَر وما ینبغی** سے ان کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ اور کبھی لفظ **''ینبغی'' کا استعمال یَجِبُ** کے معنی میں اور کبھی یندبُ کے معنی میں بھی ہوتا ہے گویا کہ جیسا قرینہ ہوگا ویسا ہی اسکا مفہوم متعین کیا جائیگا اور یہی صاحب المیز کا نظریہ ہے اور حضرت علامہ شامی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ فقہائے کرام نے لفظ **ینبغی** سے وجوب مراد لیا ہے حالانکہ غیر وجوب میں بھی اس لفظ کا استعمال اکثر ہوتا ہے۔

لفظ کراہت کا استعمال

فقہائے کرام جب اپنے کلام میں مطلقاً لفظ ''کراہت'' کا استعمال کرتے ہیں تو اُس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے ہاں اگر مکروہ تنزیہی پر کوئی نص یا دلیل ہو تو وہی مراد لیا جائیگا جیسا کہ علامہ نسفی نے اپنی کتاب مصفّٰی میں اور علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق میں ذکر کیا ہے۔

لفظ ''لابأس'' کا استعمال

لفظ ''لابأس'' صرف ترک اولیٰ کی جگہ میں مستعمل نہیں ہے بلکہ مندوب کے معنی میں بھی مستعمل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مقابل غیر مستحب ہے کیونکہ بأس کے معنے شدت کے ہے اور مندوب کے معنی میں جو لفظ لابأس کا استعمال ہوتا ہے تو یہ وہیں ہوگا جہاں بأس اور شدت کا وہم ہو مثال کے طور پر وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے الوضوء علی الوضوء لابأس بہ تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ وضو کے ہوتے ہوئے وضو کرنا مستحب ہے مکروہ نہیں ہے اگرچہ اسکا زیادہ تر استعمال ترکِ اولیٰ کی جگہ پر ہوتا ہے۔

متون

''متون'' سے مراد قابل اعتبار و لائق اعتماد متون ہیں جیسے بدایۃ، مختصر القدوری، مختار، نقایہ، وقایہ، کنز الدقائق، منتقیٰ وغیرہ کیونکہ یہ تمام کتابیں نقل مذہب (ظاہر الروایہ) کے لئے وضع کی گئی ہیں بخلاف ملا خسرو کے متن غرر اور تمرتاشی کے متن تنویر کے کہ ان میں بہت سارے فتاویٰ کے مسائل بھی منقول ہیں۔

اور ''متون ثلاثہ'' سے مراد وقایہ، کنز، مختصر القدوری اور متون اربعہ سے مراد وقایہ، کنز، مختصر القدوری، مختار (مصنفہ مجد الدین عبد اللہ بن محمود) یا مجمع البحرین (مصنفہ مظفر الدین احمد بن علی)

علامات مفتیٰ بہ

(۱) و علیه الفتوٰی (۲) وبهٖ یفتیٰ (۳) و بهٖ ناخُذُ (۴) وعلیه الاعتماد (۵) وعلیه عمل الیوم (۶) وعلیه عمل الائمه (۷) وهو الصحیح (۸) وهو الاصح (۹) وهو الاظهر (۱۰) هوالاشبه بالمنصوص روایةً والراجح درایةً فیکون علیه الفتوٰی) (۱۱) هو الاوجه (۱۲) وهو المختار (۱۳) بهٖ جری العرف (۱۴) وهو المتعارف (۱۵) وبه اخذ علماء نا (۱۶) هو الالیق (۱۷) هو الاصلح (۱۸) و علیه فتوٰی مشائخنا الفاظ مذکورہ میں سے بعض الفاظ بعض پر فضیلت رکھتے ہیں جیسے لفظ فتوٰی زیادہ مؤکد ہے لفظ صحیح، اصح، اشبه، احوط، اظهر سے اور لفظ بهٖ یُفتیٰ زیادہ مؤکد ہے لفظ الفتوٰی علیہ سے اور لفظ الاصح لفظ صحیح سے زیادہ قوت والا ہے اور لفظ ''الاحوط'' زیادہ مؤکد ہے لفظ ''الاحتیاط'' سے جیسا کہ صاحب ردالمحتار نے وضاحت فرمائی۔

لفظ ''جواز'' کا اطلاق

لفظ ''جواز'' جب مطلقاً بغیر کسی قید کے مذکور ہو تو اس سے عام طور پر غیر ممنوع مراد لیا جاتا ہے تاکہ مباح، مکروہ اور مندوب و واجب سب کو شامل ہو جائے۔

کبھی لفظ ''یجوز'' کا اطلاق یصح اور کبھی یحل کے معنی میں ہوتا ہے اسی وجہ سے فقہائے کرام مکروہ نماز پر جاز ذلك اور صح ذلك کا اطلاق کرتے ہیں اور انکی مراد اس سے نفس صحت ہوتی ہے جو بطلان کا مقابل ہے یعنی نماز باطل نہیں ہوتی وہاں اباحت اور عدم کراہت مراد نہیں ہوتی اسی وجہ سے شارحین حضرات لفظ "جاز" اور لفظ صح کی تشریح اسطرح کرتے ہیں یعنی صح مع الکراهة یا صح بغیر الکراهة یعنی نماز کراہت یا بغیر کراہت کے صحیح ہے۔

مشہور کتب فتاوٰی

منیه۔الاشباہ و النظائر۔ کافیه۔ خلاصه۔ بزازیه۔ خزانة المفتیین۔ جوهرالفتاوٰی۔محیطات۔ذخیره۔واقعات ناطفی۔واقعات صدرشهید۔ مجمع النوازل۔ظهیریه۔ عمده۔ صغرٰی۔کبرٰی۔تتمة الفتاوٰی۔ فصول عمادی۔تاتارخانیه۔هندیه۔جدالممتارعلی ردالمحتار۔ (حاشیه شامی) رد المحتار علی الدر المختار۔الدرالمختار شرح تنویر الابصار۔ تنویرالابصار وغیرها۔

پہلے ’’تنویر الابصار ‘‘لکھی گئی پھر اسکی شرح درمختار اور اس پر حضرت علامہ شامی علیہ رحمتہ الباری نے ’’حاشیه ‘‘لکھا جو ردالمحتار سے موسوم اور شامی کے نام سے مشہور ہے ردالمحتار پر امام اھلسنت اعلحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے حاشیہ لکھا ہے جس کا نام ’’جدالممتار علیٰ ردالمحتار‘‘ ہے جو حاشیۂ شامی سے مشہور ہے۔

فتاوٰی طوری اور فتاوٰی ابن نجیم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ قابل اعتماد نہیں ہیں جیسا کہ اعلحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان نے اپنی کتاب فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۸۱ میں وضاحت فرمائی ہے ہاں کسی مسئلہ کے ثبوت میں ’’ قنیه ‘‘ جیسی کتابوں کے حوالے اسوقت دئے جاسکتے ہیں جن میں دیگر کتابوں کی مخالفت نہ ہو۔

آداب افتاء

’’فتوٰی‘‘ دینا درحقیقت مجتہد کا کام ہے اور ناقل پر مفتی کا اطلاق مجازی طور پر ہوتا ہے اسکا منصب یہ ہے کہ اس سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو جواب میں اپنے مذہب کا قول نقل کر دے اُس سے معلوم ہوا کہ جو علماء فتوٰی

دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتوی نہیں ہے بلکہ وہ کسی مجتہد کا قول ہے جو نقل کر دیا گیا ہے اب نقل کرنیکی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ وہ ''قول'' ناقل یعنی مفتی تک کسی صحیح سند سے پہونچا ہو دوسری صورت یہ کہ ناقل نے مجتہد کا قول کسی ایسی مستند ومشہور کتاب سے اخذ کیا ہے جو دیگر علماء کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے امام محمد بن حسن اوران کے علاوہ دوسری فقہی کتابیں جو اپنی روایت وسند کے اعتبار سے خبر متواتر یا خبر مشہور کے درجے میں ہیں ان سے نقل کیا ہو۔

''مفتی'' کے لئے ضروری ہے کہ شرعی مسائل وفقہی کتابوں میں اس کا مطالعہ وسیع ہو اور فقہی قواعد سے واقفیت کے ساتھ قرآنی احکام اور احادیث وتفاسیر پر بھی گہری نگاہ ہو نیز استدلال اور روایت ودرایت سے باخبر ہو۔

طبقاتِ کتب کا شمار اور مختصر تعارف

طبقاتِ کتب تین ہیں (۱) کتب ظاہر الروایہ (۲) کتب نادر الروایہ (۳) کتب فتاویٰ وواقعات

کتب ظاہر الروایہ کا اطلاق جن کتابوں پر ہوتا ہے وہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی چھ کتابیں ہیں۔ مبسوط۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ زیادات۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر ان مذکورہ کتابوں کو ظاہر الروایہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ انکی مرویات کو ثقہ راویوں نے حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے اور وہ آپ سے بہ تواتر یا مشہور ثابت ہیں۔

ظاہر الروایۃ ! حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان کے ''اقوال'' کو کہتے ہیں مشہور واغلب یہی ہے۔

ان چھ مذکورہ کتابوں کے ساتھ ''الکافی'' حاکم شہید محمد بن محمد کی تصنیف کردہ جو نقل مذہب میں قابل اعتماد ہے اور ان ہی کی دوسری کتاب۔ ''المنتقیٰ'' بھی ہے جس کا مقام ''الکافی'' جیسا نہیں ہے اس میں کچھ نوادر بھی داخل ہو گئے ہیں اسطرح

ظاہر الروایہ میں حنفی کتابوں کی تعداد آٹھ ہوتی ہے۔

کتب نادر الروایہ یہ ایسی کتابیں ہیں کہ جن کے مسائل کے روایت کرنے والے مذکورہ بالا اصحاب ہی ہیں لیکن یہ مسائل ان چھ مذکورہ کتابوں میں نہیں ہیں جن کو کتب ظاہر الروایہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ یہ مسائل یا تو امام محمد علیہ الرحمہ کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے کیسانیات۔ ھارونیات، جرجانیات، رقیات ایسی مسائل والی کتابوں کو کتب غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے ایسی روایات صحیحہ، ثابتہ ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسی کہ پہلی چھ کتابیں ہیں۔ یا پھر وہ مسائل ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ جیسے حسن بن زیاد کی ''المحرر'' وغیرہ اور ''کتب الامالی'' جن کو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے املاء کرایا تھا۔

کتب فتاوٰی وواقعات یہ ایسی کتابیں ہیں کہ جن کے فتاوٰی وواقعات کو بعد کے مجتہدین نے جمع فرمایا جو حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد علیہما الرحمۃ کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔ صاحبین کے تلامذہ میں حضرت عصام بن یوسف، حضرت بن رستم، حضرت محمد بن سماعہ، حضرت ابو سلیمان جرجانی، حضرت ابو حفص بخاری وغیرھم ہیں اور ان کے بعد کے تلامذہ حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت محمد بن مقاتل، حضرت نصیر بن یحیٰی وغیرھم ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے قوی دلائل واسباب کیوجہ سے اصحاب مذہب کے خلاف کسی مذہب کو ثابت کیا ہے ان کے فتاوٰی میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ ''کتاب النوازل'' ہے۔ جو حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمہ کی ہے اور ''نوازل'' ان مسائل کو کہا گیا ہے کہ مجتہدین مذہب سے مسائل دریافت کئے گئے اور انھوں نے ان میں کوئی نص نہ پایا اور اپنے اجتہاد سے ان مسائل کی تخریج کر کے احکام بیان فرمائے۔ ان کے بعد دیگر فقہاء نے بھی

بہت سارے مجموعے مرتب فرمائے جیسے مجموع النوازل، واقعات ناطفی، اور واقعات صدر الشہید وغیرہا پھر بعد کے فقہائے کرام نے ان کے مسائل کو مخلوط وغیر متمیز طریقہ پر بیان فرمایا جیسے فتاوٰی قاضی خان اور خلاصہ وغیرہا اور بعض فقہائے کرام نے ان کو ترتیب وتمیز کے ساتھ بیان فرمایا جیسے حضرت رضی الدین السرخسی کی کتاب ''المحیط'' انھوں نے اسکی ترتیب میں پہلے مسائل الاصول، پھر نوادر پھر فتاوٰی ذکر فرمائے۔

امام محمد کی تصنیف میں لفظ کبیر، وصغیر کے ضم سے مراد حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہر وہ تصنیف جن میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ مسائل ہیں جن کی روایت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے آپ کے شاگرد حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے واسطہ سے بیان کی لیکن جن مسائل کی روایت حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے خود براہ راست حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے کی ان کے ساتھ لفظ ''کبیر'' لگایا گیا ہے۔ اور صاحب البحر نے فرمایا محمد بن الحسن کی ہر وہ تصنیف جن میں لفظ ''صغیر'' لگا ہوا ہے اس میں حضرت امام محمد اور حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں بخلاف اس تصنیف کے کہ جس میں لفظ کبیر لگا ہوا ہے وہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ پر پیش نہیں کی گئی۔

طبقات فقہاء

مفتی کے لئے جسطرح طبقات کتب ومسائل شرعیہ کا علم ضروری ہے اسی طرح اس کے لئے یہ علم بھی ضروری ہے کہ طبقات فقہاء کتنے ہیں؟ اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے؟ اور کس فقیہ کا قول معتبر ہے؟ اور کون سا درجہ اعتبار کے لائق ہے؟ اس لئے ہم طبقاتِ فقہاء پیش کررہے ہیں۔

طبقاتِ فقہاء سات ہیں (۱) مجتہدین فی الشرع (۲) مجتہدین فی المذہب (۳) مجتہدین

فی المسائل (۴) اصحاب تخریج (۵) اصحاب ترجیح (۶) ممیزین (۷) مقلدین

۱۔ مجتہدین فی الشرع یہ وہ حضرات ہیں جو اصول وضوابط مقرر کر کے احکام فرعیہ کو اصول اربعہ سے استنباط کرتے ہیں اور اصول وفروع میں کسی کے تابع نہیں ہوتے جیسے ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیھم)

۲۔ مجتہدین فی المذہب یہ وہ حضرات ہیں جو صرف اصول میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تابع ہوتے ہیں اور اصول اربعہ سے فروع کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں اور مسائل فرعیہ میں بعض مقام پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی مخالفت بھی کرتے ہیں جیسے اصحاب ابوحنیفہ (حضرت امام ابویوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر وغیرھم)

۳۔ مجتہدین فی المسائل یہ وہ حضرات ہیں جو اصول وفروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تابع ہوتے ہیں اور جن مسائل میں حضرت امام اعظم سے کوئی روایت نہیں ہوئی ان میں حضرت امام اعظم کے اصول کے مطابق استخراج کرتے ہیں جیسے حضرت امام خصاف۔ حضرت امام ابوجعفر طحاوی حضرت ابوالحسن کرخی۔ حضرت شمس الائمہ سرخسی۔ حضرت شمس الائمہ حلوانی وغیرھم۔

۴۔ اصحاب تخریج یہ وہ حضرات ہیں جن کو اجتہاد پر قدرت نہیں ہوتی لیکن اصول اور ان کے ماخذ پر مکمل عبور ہوتا ہے اسلئے یہ قول مجمل کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں جیسے حضرت امام ابوبکر جصاص رازی۔ حضرت امام کرخی رحمتہ اللہ علیھما۔

۵۔ اصحاب ترجیح یہ وہ حضرات ہیں جو بعض روایتوں کو دوسری بعض روایتوں پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے حضرت امام ابوالحسن قدوری، حضرت امام برہان الدین مرغینانی (صاحب ہدایہ) وہ کسی روایت کی ترجیح میں فرماتے ہیں ھذا اولیٰ۔ھذا اصح۔ھذا اوضح یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ۔

۶۔ ممیزین یہ وہ حضرات ہیں جو روایات میں سے صحیح۔ اصح۔ قوی۔ ضعیف وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ان میں روایات کی تمیز کی صلاحیت ہوتی ہے جیسے صاحب کنز۔ صاحب وقایہ۔ اصحاب المتون المعتبرہ وغیرھم۔

۷۔ مقلدین یہ وہ حضرات ہیں جن کو امور مذکورہ میں سے کسی پر قدرت نہیں ہوتی انکو جہاں سے بھی مواد مل جاتا ہے اسے جمع کر لیتے ہیں جیسے عام علماء و عوام۔

امام احمد رضا مجتہد فی المسائل ہیں

حضرت علامہ ابن عابدین شامی نے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے سات طبقے بیان کئے ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے جن میں سے ایک طبقہ مجتہد فی المسائل کا ہے یہ وہ فقہائے کرام ہیں جو اصول و فروع میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پابند اور امام اعظم کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنیکی قدرت رکھتے ہیں۔

اعلیٰحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے فتاوٰی مبارکہ وتحقیقات جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مجتہد فی المسائل کے طبقہ میں شامل ہیں کرنسی کے مسئلے پر آپ کا عظیم رسالہ ''کفل الفقیہ الفاھم'' اسکی واضح دلیل ہے علماء متقدمین نے جنس ارض کی تہتر ۷۳ قسمیں بیان کی تھیں اور امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے ان میں مزید ایک سو ۱۰۷ چیزوں کا اضافہ فرمایا ہے اور جن چیزوں سے تیمّم نہیں ہوسکتا ہے فقہائے متقدمین نے سینتالیس ۴۷ چیزیں گنوائی تھیں جبکہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے مزید ان میں تہتر ۷۳ چیزوں کا اضافہ فرمایا ہے۔ فتاوٰی رضویہ جلد اول کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں بظاہر اس (جلد اول) میں ایک سو چودہ ۱۱۴ فتاوٰی اور اٹھائیس ۲۸ رسالے ہیں مگر وہ بحمدہ تعالیٰ ہزاروں مسائل پر مشتمل ہیں جن میں سیکڑوں ایسے مسائل ہیں جو اس کتاب کے سوا کہیں

نہ ملنگے اسلئے کہنا پڑیگا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز مجتھد فی المسائل ہیں۔

اعلیحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے فتاوٰی مبارکہ کے سلسلہ میں

علامہ محمد سعید دہلوی صاحب رقمطراز ہیں کہ میرے نزدیک اعلیحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے فتاوٰی کی اہمیت اسلئے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب ومعیار نظر آتا ہے کہ جس کی جھلکیاں ہمیں صرف فقہائے متقدمین میں نظر آتی ہیں قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح اوران سے احکام کے استخراج کیلئے فقہائے متقدمین جملہ علوم وفنون سے کام لیتے تھےاور یہ خصوصیت اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے فتاوٰی میں موجود ہے۔

کتب فقہ میں ردالمحتار وفتاوٰی رضویہ کا مقام

واضح ہو کہ فقہی کتابیں اپنے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے تین قسموں پر منقسم ہیں

(۱) متون (۲) شروح (۳) فتاوٰی

''متون'' سب پر مقدم ہیں پھر شروح پھر فتاوٰی اس کے بارے میں امام اھلسنت اعلیحضرت امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہ العزیز کی مفید ترین تحریر کی روشنی میں ردالمحتار وفتاوٰی رضویہ کے مقام کا تعیّن ہو سکے گا فرماتے ہیں متون جیسے مختصرات ائمہ کرام یعنی طحاوی۔ کرخی۔ قدوری۔ کنزالدقائق۔ وافی۔ وقایہ۔ نقایہ۔ مجمع البحرین۔ منتقٰی جیسی مختصرات جو بیانِ مذہب کے لئے تصنیف کی گئی ہیں۔

''شروح'' یعنی ائمہ کرام کی تصنیف کردہ شروح جیسے جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، سیر صغیر، سیر کبیر، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیہ، بحر، درر، جوہرہ، نیّرہ، وغیرہ جیسی تحقیقی شرحیں۔

''فتاوٰی'' جیسے خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتیین، جوہرالفتاوٰی، ذخیرہ، واقعات ناطفی، وغیرہ جیسے فتاوٰی۔

"حواشی" جو تحقیق و تنقیح پر مشتمل ہوں وہ بھی شروح کا درجہ رکھتے ہیں اسی بناء پر ردالمحتار وغیرہ حواشی کو شروح میں شمار کیا ہے جیسا کہ فتاوٰی رضویہ کی مندرجہ ذیل عبارت۔ "تدخل فیها عندی حواشی المحققین مثل غنیه الشر نبلالی و ردالمحتار" سے ظاہر ہے (فتاوٰی رضویه ج ا ص ۸۱۰)

خود اعلحضرت امام اھلسنت احمد رضا محدث بریلوی اپنی کتاب فتاوٰی رضویہ کے بارے میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب اپنے احسان وکرم سے میرے ان فتاوٰی (فتاوٰی رضویہ) کو ان ہی کے زمرے میں شامل فرمائے گا کیونکہ کریموں کے فیوض سے زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے چنانچہ فتاوٰی رضویہ کا سرسری نظر سے مطالعہ کرنے والا بھی بآسانی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس کا درجہ شروح سے کم نہیں ہے خود امام احمد رضا نے فتاوٰی رضویہ کے بارے میں "فهی عندی فی مرتبة الشرح کا الفتاوٰی الخیریه و العقود الدریه للعلامة الشامی" فرمایا ہے یعنی جس طرح فتاوٰی خیریه اور العقود الدرية شرح کے درجہ میں ہیں اسی طرح میرے فتاوٰی "شرح" کے درجہ میں ہیں (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۸۱۰)

ردالمحتار سے فتوٰی دینا جائز ہے

ردالمحتار (حاشیۂ شامی) علمائے حنفیہ کے نزدیک قابل اعتبار اور مفتیوں کے نزدیک لائق اعتماد ہے بلکہ ان کا مرجع ہے۔ جس کی خوبیاں خود حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ کتاب کے مقدمہ میں یوں بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرح میں جو مسائل وضوابط بیان ہوئے ہیں سب کی منقول عنہ اور دوسرے مآخذ کی طرف مراجعت کا میں نے التزام کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قید وشرط رہ جائے۔ بہت سارے اہم ومفید فروع مختلف اسباب وجزئیات دلکش بحثوں اور عظیم خوبیوں کا اضافہ بھی کیا ہے الجھی گتھیوں کا سلجھاؤ، مشکل مسائل کی توضیح، پیچیدہ جزئیات کو بھی بیان کیا ہے

ارباب حواشی کے اعتراضات کے جوابات اور حق کے ساتھ مشکلات دور کرنیکی خدمت بھی انجام دی ہے ساتھ ہی میں نے ہر فرع کی اصل اور ہر شی کا ماخذ بھی بتایا ہے یہی نہیں بلکہ دلائل اور مسائل کی تعلیلات کے حوالے بھی دئے ہیں جو میری فکر ضعیف کی ایجادات اور کوتاہ نگاہ کی خدمات ہیں۔ اور میں نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی ہے کہ وہی حکم بیان کروں جو حکم قوی تر اور جس پر فتوٰی ہے فتاوٰی وشروح کی کتابوں میں جو اختلاف مطلق ہے اس میں راجح، مرجوح کی تعیین کروں اور میں نے ان تمام باتوں میں اپنے اکابر ائمہ متاخرین کی تحریروں پر اعتماد کیا ہے جیسے امام ابن ہمام اور ان کے دونوں شاگردوں کے علاوہ تقوٰی شعار حضرات جو برابر علم فتوٰی کی خدمت میں مشغول رہے میں نے درمختار کے معانی وحقائق سمجھنے میں حیرت زدہ طلبہ کی رہنمائی کی ہے اسی لئے اس کا نام ''ردالمحتار'' (حیرت زدہ کارد) علٰی درمختار رکھا ہے۔

''ردالمحتار'' کی ان بیان کردہ خوبیوں کیوجہ سے امام اہلسنت اعلحضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے حواشی ہوتے ہوئے اُسے ''شروح'' کا درجہ دیا ہے جیسا کہ ردالمحتار کے مقامِ تعیّن سے ظاہر ہوتا ہے اور ماقبل میں بتایا جاچکا ہے کہ فقہی کتابیں مقام ومرتبہ کے اعتبار سے تین قسموں پر منقسم ہیں۔ متون، شروح، فتاوٰی تو جب ردالمحتار حواشی کے باوجود شروح کے درجہ میں ٹھہری جو متون کے بعد دوسرے درجے پر ہے تو یقیناً متون میں مسائل کے نہ پائے جانیکی صورت میں اس کتاب ''ردالمحتار'' سے فتوٰی دینا جائز ہے کیونکہ ''کتب شروح'' کتب فتاوٰی پر مقدم ہیں لہٰذا متون کے بعد شروح کی جانب توجہ کر کے ان سے فتوٰی دینا جائز ہے۔

افتاء کی حقیقت

''افتاء'' کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے اور یہ اسی کے لئے درست ہے

جو کسی چیز کو اسکی شرعی دلیل سے پہچانتا ہو۔ (فتاوٰی رضویہ مترجم ج ۱ ص ۱۰۲)

فتوٰی کی دو قسمیں ہیں

(۱) حقیقی (۲) عرفی

فتوٰی حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتوٰی دیا جائے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اصحاب فتوٰی کہا جاتا ہے جیسے فقیہ ابو جعفر۔ فقیہ ابو اللیث

فتوٰی عرفی یہ ہے کہ ''عالم'' لوگوں کو امام کے اقوال بتادے وہ دلیل نہ جانتا ہو محض تقلید کے طور پر ایسا کرے جیسے فتاوٰی ابن نجیم، فتاوٰی خیریہ اور موجودہ زمانہ میں ''فتاوٰی رضویہ'' (فتاوٰی رضویہ مترجم ج ۱ ص ۱۰۹)

کن کتابوں سے فتوٰی دینا منع ہے

درج ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک بھی صورت جن کتابوں میں پائی جائے اُن سے فتوٰی دینا منع ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ نا قابل اعتماد کتابوں سے فتوٰی دینا منع ہے خواہ اسلئے نا قابل اعتماد ہوں کہ انکی نقل و کتابت میں غلطیاں و خامیاں ہوں یا اسلئے نا قابل اعتماد ہوں کہ ان کے مصنف معتمد علیہ نہ ہوں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ان کتابوں کی عبارتیں پیچیدہ اور غیر واضح الدلالۃ (لفظ کی دلالت ظاہر نہ ہو) ہوں اسلئے کہ ایسی کتابوں کے سمجھنے میں غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے ان مذکورہ صورتوں کے جاننے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ مجتبٰی، جامع الرموز شرح نقایہ جو علامہ قہستانی کی مشہور کتاب ہے اور السراج الوھاج شرح کنز ملا مسکین کی جن کا نام معین الدین محمد فراہی جو مجہول الحال ہے یہ مذکورہ بالا کتابیں اسلئے نا قابل اعتماد ہیں کہ ان کے مصنفین کے احوال صحیح طور پر معلوم نہیں کہ بڑا معتمد فقیہ تھا یا معمولی کیونکہ کتابوں کی اہمیت ان کے مصنفین کے احوال سے ظاہر ہوتی ہے۔ قنیہ، حاوی، نہر، عینی کی شرح کنز جیسی کتابیں اختصار، غیر واضح

الدلالۃ عبارتوں کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہیں کیونکہ بغیر حاشیہ وشرح دیکھے ان کی عبارتوں کے سمجھنے میں غلطیوں میں مبتلا ہونیکا قوی اندیشہ ہے البتہ ان مذکورہ بالا کتابوں سے اسوقت فتوٰی دینا جائز ہے کہ جب منقول عنہ یعنی جہاں سے نقل کیا گیا ہے اور ماخذ یعنی جہاں سے لیا گیا ہے کا صحیح علم ہو جائے۔

رحمانیہ، خزانۃ الروایات، فتاوٰی طوری، فتاوٰی بزازیہ، فتاوٰی بن نجیم یہ سب اسلئے نا قابل اعتبار ہیں کہ ان میں نقل وکتابت کی غلطی اور خلاف راجح کی ترجیح ہوگئی ہے گویا ان میں اہل مذہب کے خلاف بیان ہو گیا ہے معلوم ہو گیا کہ کن صورتوں میں کن کتابوں سے فتوٰی دینا منع ہے۔

دفع تعارض کا قاعدہ

جب متون وشروح، وفتاوٰی میں تعارض واختلاف ہو تو ''متون'' کا اعتبار کیا جائیگا کیونکہ ان کے مصنفین نے اصول اور ظاہر الروایہ کے مطابق مسائل لکھنے کا التزام اپنے اوپر کرلیا ہے جس کی وجہ سے ''متون'' میں رطب ویابس نہیں ہوتا اور اعلیٰ کوادنیٰ پر ترجیح ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ ''متون'' کا درجہ شروح کے درجہ سے افضل واعلیٰ ہے۔

''شروح'' کو فتاوٰی پر اسوقت ترجیح ہوگی کہ جب اسکی صریح تشریح متون میں نہ ہو اور اگر شروح وفتاوٰی میں تعارض ہو تو اس وقت وہ قول اختیار کیا جائیگا جو ''شروح'' میں ہے کیونکہ فقہائے کرام رحمتہ اللہ علیہم نے تصریح کی ہے کہ ''متون'' فتاوٰی پر مقدم ہے یہ صورت اسی وقت اختیار کی جائیگی جب ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہو یا دونوں میں سے کسی کی بھی تصحیح منقول نہ ہو لیکن اگر ایک مسئلہ متون میں ہے مگر اسکی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی اور دوسرے مسئلہ کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے اسلئے کہ ''تصحیح بالتصریح'' تصریح التزامی پر مقدم ہے اگر چہ متون میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ وہ مذہب صحیح ہی بیان کرینگے

تاہم اس کا درجہ تصحیح سے کم ہے۔

مذہب حنفی کا اطلاق

جسطرح ''مذہب حنفی'' کا اطلاق ان روایتوں پر ہوتا ہے جن کو حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے استاذ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے ذکر کیا ہے یا حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے واسطہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے ذکر کیا ہے انکی چھ‌ؤں کتابیں (مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، سیر صغیر، سیر کبیر) ان روایات پر مشتمل ہیں۔

اسی طرح روایت حنفی کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اپنے استاذ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے لیا ہے اور مذہب حنفی کی کتابوں میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے جو اقوال صاحبین کی روایت سے منقول ہیں ان پر بھی مذہب حنفی کا اطلاق ہوتا ہے۔

مبسوطات حنفیہ

''مبسوط'' نام کی بہت ساری کتابیں ہیں جنکی مختصر تفصیل اسطرح ہے۔

(۱) مبسوط حضرت امام ابو یوسف (۲) مبسوط حضرت امام محمد (۳) مبسوط حضرت جرجانی (۴) مبسوط خواہر زادہ (۵) مبسوط حضرت شمس الائمہ حلوانی (۶) مبسوط ابوالسیر بزدوی (۷) مبسوط علی بزدوی (۸) مبسوط حضرت ناصر الدین سمرقندی (۹) مبسوط ابواللیث نصر بن محمد (علیھم الرحمتہ والرضوان)

حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیھما کی مبسوط کو ''اصل'' کہا جاتا ہے اور اگر مطلقاً مبسوط بولی جائے تو اس سے مراد مبسوط سرخسی ہوتی ہے جو ''کافی'' کی شرح ہے۔

فتویٰ امام اعظم کے قول پر

''فتویٰ'' مطلقاً حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر دیا جائیگا اگران سے اُس مسئلہ میں جو مطلوب ہے کوئی روایت نہ ملے توحضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت حسن بن زیاد علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت اسد بن عمر علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت امام زاہد علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت امام لیث بن سعد علیہ الرحمہ کے قول پر پھر حضرت امام عارف داؤد طائی علیہ الرحمہ کے قول پر فتوی دیا جائیگا جیسا کہ امام اہلسنت اعلحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتاوٰی رضویہ ج اص ۴۰۰ میں تحریر فرمایا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ میں ایک جانب ہوں اوران کے دونوں اصحاب اُس مسئلہ میں ان کے خلاف ہوں تو مفتی مجتہد کو اختیار ہے کہ جسے چاہے اختیار کرے اور اگر مفتی مجتہد نہ ہوتو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرنا زیادہ صحیح ہے۔ الحاوی القدسی کے اول میں تفصیل اسطرح ہے کہ جب حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا ''قول'' حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ہواس سے اعراض نہیں کیا جائیگا مگر جبکہ ضرورت شدیدہ عارض ہوتو اعراض کیا جائیگا اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بقید حیات ہوتے تو اس ضرورت شدیدہ کیوجہ سے وہی فتوی صادر فرماتے جوان کے اصحاب نے فرمایا۔

اگر صاحبین میں سے کوئی حضرت امام اعظم کے ساتھ کسی مسئلہ میں متفق ہوں اور ظاہران کے خلاف ہوتو اس صورت میں بعض فقہاء نے فرمایا کہ ''قول ظاہر'' کو اختیار کرے اور بعض فُقہاء نے فرمایا کہ مفتی مجتہد کو اختیار ہے کہ امام اعظم کے

''قول ظاہر'' یا ان دونوں کے قول ظاہر پر فتوی دے مگر صحیح بات تو یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں قوتِ دلیل کا اعتبار کیا جائیگا کیونکہ ''مفتی'' کی شان یہ ہے کہ وہ قوت دلیل پر نظر رکھے۔ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ کے جواب میں صاحبین سے منفرد اور ان کے خلاف ہوں پھر اگر صاحبین بھی الگ الگ جواب سے منفرد ہوں تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح ہوگی۔ مگر جب صاحبین امام اعظم کے خلاف ایک جواب پر متفق ہوں تو اس صورت میں بھی حضرت عبداللہ بن مبارک کے فرمان کے مطابق امام اعظم ہی کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی اور ماقبل میں جو بیان کیا گیا ہے کہ مفتی مجتہد کو اختیار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ''مفتی'' دلیل میں غور وفکر کرے اور جو اس پر ظاہر ہو اسکا فتوی دے۔

شرائطِ مفتی

(۱) ''مفتی'' کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مسلم، عاقل، بالغ، اور اسبابِ فسق اور خلافِ مروّت اوصاف سے محفوظ ہو۔ (۲) خدا ترس ہو (۳) سوال کو کما حقہ سمجھتا ہو (۴) سوال کے لب ولہجہ سے یہ جان لے کہ سائل کا مقصد کیا ہے؟ (۵) مخلص ہو (۶) ذہین وفطین ہو (۷) زبان عرب کا ماہر ہو یعنی عبارت النص، دلالت النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے معنی سمجھنے کی قدرت رکھتا ہو۔ (۸) معیاری فقہی کتابوں کا عمیق مطالعہ ہو اور اس کے حافظہ میں فقہ کے اکثر کلیات وجزئیات محفوظ ہوں۔ (۹) کسی کی ملامت کا لحاظ کئے بغیر حق بات کہنے کی جرأت رکھتا ہو مزاج میں نہ غصہ ہو نہ نرمی غالب ہو۔ (۱۰) سوال کے بارے میں جب تک وہ خود مکمل مطمئن نہ ہو جائے شرعی حکم صادر نہ کرے۔ (۱۱) وہ جو بھی حکم بیان کرے اسکی مضبوط دلیل پہلے ذہن نشین کرلے۔ ۱۲۔ متشابہ مسائل میں امتیاز پر قدرت رکھتا ہو۔ ۱۳۔ کسی متبحر عالم دین سے تعلیم پائی ہو اور سند یافتہ ہونے کے

ساتھ ساتھ کسی ماہر مفتی کی نگرانی میں افتاء نویسی کی مشق کی ہو مذکورہ صفات کا حامل شخص ہی مسند افتاء نویسی کو زینت بخشنے کا اہل ہوسکتا ہے۔

اھلیة سے مراد

رسم المفتی کی اصطلاح میں ''اھل'' سے مراد قولوں میں تمیز ومعرفت رکھنے والا اور بعض قول کو بعض پر ترجیح دینے کی قدرت بھی رکھنے والا ہوا تنا جاننے کے بعد ناظرین کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ فتوٰی وہی شخص دینے کا اہل ہے جس کا صواب اس کی خطا سے زیادہ ہو کیونکہ صواب جب زیادہ ہوگا تو غالب ہوگا اور غالب کے مقابلہ میں مغلوب کا اعتبار نہیں کیونکہ شرعی امور کی بناء عام غالب پر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ انسان کے لئے فتوٰی دینا اور قضاء کا منصب سنبھالنا کب جائز ہے تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب وہ انسان حدیث ورائے میں صاحب بصیرت ہو اور امام اعظم کے قول کو پہچاننے اور یاد رکھنے والا ہو تو ایسے کے لئے فتوٰی دینا اور منصبِ قضاء پر فائز ہونا جائز ہے۔

امام اعظم اور آپ کے اصحاب میں اختلاف کی وجہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم کسی راستہ سے گذر رہے تھے تو آپ نے ایک کمسن بچہ کو دیکھا کہ کیچڑ میں کھیل رہا ہے تو آپ نے براہ شفقت اُس سے فرمایا اے بچہ کہیں گر نہ جانا اس پر بچہ نے جواب دیا کہ آپ بچیئے کہیں آپ پھسل کر گر نہ جائیں اگر آپ گرینگے تو عالَم کے گرنے کا اندیشہ ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس جواب سے کافی متاثر ہوئے اور آپ نے اپنے تلامذہ سے فرمایا اگر تمہیں مسائل میں میرے قول کے خلاف کوئی قوی دلیل ملے تو اُسے اختیار

کرلو اس کے بعد تلامذہ میں سے ہر ایک آپ ہی کی روایت سے مسائل اخذ کرتا تھا اس طرح آپ کے اصحاب کا کوئی قول ایسا نہیں ہے جو امام اعظم کے قول سے باہر ہو۔

حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس میں حضرت امام اعظم کی مخالفت کی ہو میں نے وہی بات کہی جو آپ نے فرمایا ہے حضرت امام زفر علیہ الرحمہ سے بھی یہی منقول ہے کہ میں نے کبھی امام اعظم کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ ان کا قول بیان کیا پھر آپ نے اس سے رجوع فرمایا ان سب باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم کے اصحاب آپ کے خلاف نہیں گئے بلکہ ان سب نے جو کچھ کہا اجتہاد و قیاس سے کہا اور اسی قول کا اتباع کیا۔

الحاوی القدسی کے آخر میں ہے کہ جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے کسی کا قول لیا جائے تو یقینی طور پر جان لینا چاہئے کہ ان کا یہ قول امام اعظم ہی سے لیا گیا ہے کیونکہ آپ کے تمام اصحاب کبار یعنی امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر وغیرھم سے یہی مروی ہے کہ ہم نے کسی مسئلہ میں وہی کہا ہے جو ہم نے امام اعظم سے روایت کیا ہے اور اس پر سخت قسمیں کھائی ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہ میں کوئی جواب اور مذہب امام اعظم کے مذہب کے علاوہ نہیں ہے۔

اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مجتہد اپنے قول سے رجوع کرلے تو وہ قول ان کا نہیں ہوتا بلکہ وہ منسوخ حکم کیطرح ہوتا ہے لہٰذا امام اعظم کے اصحاب جو کچھ ان کے خلاف کہیں تو وہ ان کا مذہب نہیں بلکہ وہ اصحاب ہی کے مذاہب ہو نگے پھر امام اعظم کیطرف منسوب کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب اسکا یہ ہے کہ جب امام اعظم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ پر تمہیں قوی تر دلیل مل جائے تو اُسے اختیار کرلو اگرچہ یہ الفاظ اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت کرتے ہیں مگر آپ کے اصحاب نے قوی دلیل سے مسئلہ

کے علم کو ان ہی اصول وقواعد سے ثابت کیا ہے جو آپ نے مقرر فرمائے ہیں اسلئے درحقیقت آپ کے اصحاب کا وہ قول بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہی مانا جائیگا لہٰذا حضرت امام اعظم کلی طور پر اپنے قول سے رجوع کرنے والے نہیں ہوئے جسکی تائید الاشباہ والنظائر کی شرح کے بیان سے ہوتی ہے کہ کوئی حدیث ایسی ملے جو امام اعظم کے مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائیگا اور یہی حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کیونکہ صحیح روایت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اذا صحَّ الحديث فهو مَذْهَبِي یعنی جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اور ان کا مقلد اس پر عمل کرنے سے حنفی ہونے سے خارج نہیں ہوگا۔

امام اعظم سے اختلاف روایت کی وجوہات

پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ قول کا اختلاف منقول عنہ کے طرف سے ہوتا ہے نہ ناقل کیطرف سے مگر روایت کا اختلاف صرف ناقل کیطرف سے ہوتا ہے اتنا جاننے کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کا اختلاف چند وجوہات کی بناء پر ہے جو درج ذیل ہیں

(۱) سماع کی غلطی کے سبب۔ یعنی سماع کی غلطی اس طرح پر کہ جب جواب دینے والے سے کسی حادثہ کے متعلق سوال ہوتا ہے تو وہ حرف نفی سے جواب دیکر لا یجوز کہتا ہے اور راویوں پر مشتبہ ہو جاتا ہے تو ان میں سے ہر ایک اپنی سماعت کے مطابق نقل کرتا ہے۔

(۲) قول اول سے رجوع کے سبب۔ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قول اول سے رجوع کر لیا ہو اور جو حضرات انکی خدمت بابرکت میں آتے جاتے رہے ہوں انھیں رجوع کا علم ہو گیا ہو جس کی وجہ سے وہ قول ثانی کی روایت کرتے ہیں۔

(۳) قیاس یا استحسان کے سبب۔ یعنی امام اعظم نے ایک قول قیاس کی بناء پر فرمایا اور دوسرا قول استحسان کی بناء پر تو جس نے جو سنا اپنی سماعت کے مطابق روایت کر دیا۔

(۴) جواب مِن جهةِ الحکم یا من جهةِ الاحتیاط کے سبب۔ یعنی امام اعظم نے کسی مسئلہ میں دو وجہوں سے جواب دیئے ہوں حکمی طور پر یا احتیاطی طور پر ایسی صورت میں ہر سننے والا اپنی سماعت کے مطابق جواب **مِن جهةِ الحکم یامِن جهةِ الاحتیاط** کی روایت کرتا ہے۔

(۵) تردد مجتہد کے سبب۔ یعنی مجتہد کے نزدیک غیر مرجّح دلائل میں تعارض یا دلیل واحد کے مدلول میں اسکی رائے کے اختلاف کی وجہ سے کیونکہ بسا اوقات دلیل دو یا دو سے زیادہ پہلوؤں کی محتمل ہوتی ہے تو مجتہد ہر احتمال پر ایک مستقل جواب رکھتا ہے پھر اس کے نزدیک کسی کی ترجیح مل جاتی ہے تو اس کا قول اسی کے جانب منسوب ہونے لگتا ہے جیسا کہ "**قال ابو حنیفة کذا وفی روایةٍ عنه کذا**" کی فقہی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

جب کبھی دونوں قولوں میں سے کسی کی ترجیح نہیں ہوتی تو اس صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے دونوں میں برابر ہوتی ہے اسی وجہ سے علمائے کرام جب کسی مسئلہ میں دونوں کا اسطرح حکم لگاتے ہیں جو ان کے نزدیک دونوں کے برابر ہونے کا افادہ کرتا ہے تو کہتے ہیں **وفی المسئلة عنه روایتان یا عنه قولان** چنانچہ کسی مجتہد و مقلد کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ بغیر دلیل راجح کے کوئی فتوی و حکم صادر کریں مگر جب مجتہد کے نزدیک دلائل متعارض ہو جائیں اور ترجیح سے عاجز ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے یہ حکم ہے دو مساوی قولوں میں سے جس کو چاہے وہ اختیار کرے۔

تعارضِ دلائل کے وقت عمل کا طریقہ

علمائے حنفیہ نے کتب اصول میں فرمایا ہے کہ مجتہد کے لئے "دو قول" دلائل کے تعارض کیوجہ سے صحیح نہیں ہیں اسلئے کہ جب دو آیتوں کے درمیان تعارض

ہوتو حدیث کی جانب نظر کی جائیگی اگر احادیث میں تعارض ہوتو اقوال صحابہ کی جانب اگر اقوال صحابہ میں تعارض ہوتو قیاس کی جانب نظر کی جائیگی اگر دو قیاس میں تعارض ہو اور کسی کی ترجیح نہ ہوتو غور وفکر اور تحرّی کر کے قلب کی شہادت پر عمل کیا جائیگا۔

یہ واضح ہو چکا ہے کہ جب ایک قول پر عمل کرلیا تو دوسرے پر عمل درست نہیں ہے مگر اس دلیل سے جو تحرّی (قلبی جماؤ) سے بڑھ کر ہو بخلاف حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے انھوں نے فرمایا بغیر تحری کئے جس قول پر چاہے عمل کرے یہی وجہ ہے کہ ان سے ایک مسئلہ میں دو یا دو سے زیادہ اقوال ملتے ہیں رہا یہ کہ علماء احناف سے اگر کسی ایک مسئلہ میں دو روایتیں مروی ہیں تو یہ دونوں روایتیں دو وقتوں میں ہوتی ہیں جن میں سے ایک صحیح ہوتی ہے دوسری نہیں۔

اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ جب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دو روایت ہوں تو ان میں سے ایک ہی صحیح ہوگی اور دوسری غلط ہوگی ایسی صورت میں یہ لازم آئیگا کہ جب امام اعظم سے دو روایت ہوں تو کسی پر عمل درست نہ ہو کیونکہ ان میں صحیح یا غلط کا علم نہیں ہے نیز دو روایتوں میں سے کوئی روایت بھی ان کی طرف منسوب نہ ہو حالانکہ علمائے کرام دو روایتوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیتے ہیں اور امام اعظم کی طرف روایت کو منسوب بھی کرتے ہیں ایسا کیوں؟ علمائے کرام اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اسکا سبب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا دو حکموں میں متردد ہونا ہے اور انکی رائے میں ہر ایک پہلو کا محتمل ہونا بغیر کسی ترجیح کے خواہ وہ ترجیح کسی دلیل یا تحری یا کسی اور وجہ سے ہو۔

اصحابِ امام کی مخالفت مذہبِ امام سے خارج نہیں

جس مسئلہ میں اصحابِ امام اعظم نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی وہ حضرت امام اعظم کے مذہب سے خارج نہیں ہوتا اور ایسے ہی وہ

مسئلہ جس کی بنیاد فقہائے کرام نے عرف، تغیر زمانہ، ضرورت وغیرہ پر رکھی ہو وہ بھی مذہبِ امام سے خارج نہیں اسلئے کہ ان حضرات نے جن مسائل کو دلیل کی بنیاد پر ترجیح دی ہے ان میں وہ من جھۃ الامام ماذون تھے اگر حضرت امام اعظم بھی بقید حیات ہوتے تو وہ بھی وہی کہتے جو ان حضرات نے کہا کیونکہ ان حضرات نے جو کچھ کہا ان ہی کے اصول وضوابط پر مبنی ہیں یہ ان کے مذہب کا "**مقتضٰی**" ہے لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ امام اعظم نے یوں فرمایا مگر ان ہی مسائل میں جن کی روایت صحیح ہو بلکہ یہ کہا جائے کہ امام اعظم کے مذہب کا "**مقتضٰی**" ہے

ایسے ہی وہ تمام احکام جنکی تخریج مشائخ نے حضرت امام اعظم کے اصول یا قیاس یا قول پر کیا ہے ان کے بارے میں بھی یہ کہا جائیگا کہ ان کے اہل مذہب کا قول ہے یا ان کے مذہب کا مقتضٰی ہے اسی لئے صاحب درر، وغرر نے کتاب القضاء میں فرمایا کہ جب ''قاضی'' حنفی کے خلاف شافعی یا مالکی وغیرھما کے مذہب پر حکم نافذ کرے تو نافذ نہ ہو گا مگر جب حنفی مذہب (مذہب امام ابو یوسف، مذہب امام محمد یا دوسرے اصحاب) پر حکم نافذ کرے تو نافذ ہو گا کیونکہ یہ حکم امام اعظم کی رائے کے خلاف نہیں ہے بلکہ صاحبین نے جن مسائل کی تخریج کی ہے ان کی نسبت امام اعظم کیطرف کی جائے تو یہ مناسب ہے کیونکہ ان کے تخریج کردہ مسائل اُن ہی کے اصول وقواعد پر مبنی ہیں۔

اختلاف روایت کی صورت میں عمل کے طریقے

اختلاف روایات کی صورت میں ہم عمل کے چند طریقے آپکی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ میں روایات مختلف ہوں یا اس مسئلہ میں آپ سے یا آپ کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملے تو پہلی صورت

میں جو روایت حجت و دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہو اسے اختیار کر کے عمل کیا جائیگا اور دوسری صورت میں یعنی امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ میں کوئی روایت ہی موجود نہ ہو تو یہ دیکھا جائے کہ اس بارے میں متاخرین کا کیا قول ہے؟ اگر متاخرین ایک ہی قول پر متفق ہیں تو اسی کو اختیار کر کے عمل کیا جائیگا کہ جس پر مشہور اکابر نے اعتماد کیا ہو جیسے حضرت امام ابوحفص۔ حضرت امام ابوجعفر، حضرت امام ابوالليث، حضرت امام طحاوی وغیرھم رحمتہ اللہ علیہم اگر کسی مسئلہ میں کوئی نص نہ ملتی ہو نہ قول مجتھد اور نہ ہی اقوال متاخرین تو ''مفتی''، علم شریعت کی روشنی میں فکر و تدبر سے کام لے اور پوری کوشش کرے کہ اسکا حکم نکل آئے۔

(۲) اگر کسی مسئلہ میں قیاس اور استحسان دونوں ہوں تو معدودے چند مسائل کو چھوڑ کر استحسان پر عمل کیا جائیگا۔

(۳) اگر فقہائے کرام کسی مسئلہ میں تین قول بیان فرمائیں تو ان میں یا تو پہلا قول راجح ہوگا یا آخری قول راجح ہوگا درمیانی قول راجح نہ ہوگا۔

(۴) اگر کسی مسئلہ میں دو قول ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو فتویٰ و قضاء کے لئے اختیار کیا جائیگا لیکن اگر ایک قول لفظ تصحیح سے مؤکد ہو تو اسی پر عمل کیا جائیگا۔

(۵) اگر فتویٰ کسی ایک قول پر ہو اور تصحیح دونوں قول کی ہو تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ قول اختیار کیا جائے جو ''متون'' کے موافق ہو۔

(۶) اگر ایک قول شروح میں ہے اور اس کے خلاف دوسرا قول فتاویٰ میں ہے تو وہ قول اختیار کیا جائیگا جو شروح میں ہے بشرطیکہ ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہو۔

(۷) اگر ایک مسئلہ میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے تو اگر ان میں سے ایک قول امام اعظم کا ہے اور دوسرا قول کسی دوسرے مجتھد کا تو ''مفتی'' حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کا قول اختیار کرے کیونکہ دونوں تصحیح متعارض ہو کر ساقط

ہو جائینگی اور جب ساقط ہو جائینگی تو اصل کیطرف رجوع کیا جائیگا اور اصل یہ ہے کہ امام اعظم کا قول مقدم ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ عبادت کے مسائل میں مطلقاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا جائیگا اور ذوی الارحام کے مسائل میں فتویٰ حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائیگا اور قضاء کے مسائل میں فتویٰ امام ابویوسف رحمتہ اللہ کے قول پر دیا جائیگا جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں مذکور ہے اور شہادت کے مسائل میں بھی فتویٰ حضرت امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائیگا جیسا کہ علامہ بیری رحمتہ اللہ علیہ نے صراحت فرمائی اور صرف سترہ۱۷ مسائل ایسے ہیں جن میں فتویٰ حضرت امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائیگا۔

ترجیحات کی چند صورتوں کا بیان

کن کن صورتوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اسکا ذکر درج ذیل ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اگر دو قول میں سے ایک کی تصحیح لفظ ''صحیح'' سے ہو اور دوسرے کی لفظ ''اصح'' سے یعنی ائمہ ترجیح میں سے ایک امام قول کو ''ھو الصحیح'' کہے اور دوسرے امام ''ھو الاصح'' تو اس صورت میں ''ھو الصحیح'' والے قول کی ترجیح ہوگی اسلئے کہ ''صحیح'' پر دونوں متفق ہیں لہٰذا متفق قول کی ترجیح ہوگی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ایک قول کی تصحیح لفظ فتویٰ سے اور دوسرے قول کی تصحیح لفظ صحیح، اصح، اشبہ سے ہو تو لفظ صحیح والے قول کی ترجیح ہوگی۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اگر ایک قول کی تصحیح لفظ ''بہٖ یُفتیٰ'' سے اور دوسرے کی لفظ ''الفتوی علیہ'' سے تو بہٖ یُفتیٰ والے قول کی ترجیح ہوگی۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر دونوں قول کی تصحیح کی گئی ہے یعنی ایک قول متن میں ہے اور دوسرا قول متن کے علاوہ میں تو متن والے قول کی ترجیح ہوگی کیونکہ ''متون'' نقل مذہب کے لئے وضع کی گئی ہے۔

(۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ دوقول میں ایک قول ظاہر الروایہ کا ہواور دوسرا غیر ظاہر الروایہ کا تو ظاہر الروایہ والے قول کی ترجیح ہوگی۔

(۶) چھٹی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی قول یا روایت کسی معتبر کتاب میں اصح، اولیٰ، اوفق جیسے الفاظ سے مخصوص کی جائے تو مفتی کے لئے جائز ہے کہ اس قول یا روایت یا اس کے مقابل قول پر عمل کرے لیکن اگر وہ قول یا روایت لفظ ''صحیح''، المأخوذ بہ اور بہ یُفتیٰ سے مزیّن ہے تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اُسی قول یا روایت کو اختیار کرے مخالف قول کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے اسلئے صحت اسی قول میں ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ جب کسی روایت یا قول کو اصح کہا تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ مخالف قول بھی صحیح ہے اسلئے مفتی کو اختیار رہے کہ وہ ''اصح'' پر فتوٰی دے یا ''صحیح'' پر جیسا کہ صاحب درمختار نے صراحت فرمائی۔

(۷) ساتویں صورت یہ ہے کہ مفتی جس فقیہہ کے قول کے مطابق فتوٰی دے اس سے کماحقہٗ وہ واقف ہو کہ اس فقیہہ کا ''مقام'' روایت اور درایت میں کیا ہے؟ اور طبقات فقہاء کے کس طبقہ سے ہے؟ تا کہ مختلف اقوال سے کسی قول کو ترجیح دے سکے۔

ترجیحات کی جتنی صورتیں بیان کی گئی ہیں ان تمام صورتوں کا استعمال اسوقت ہے جبکہ تصحیح میں تعارض ہو اور صحت میں ہر ایک قول دوسرے کے برابر ہو ورنہ دوقول میں سے کسی ایک میں کسی حیثیت سے زیادہ قوت ہو تو اسی پر عمل کیا جائیگا۔

قول دو قسم کے ہیں۔

(۱) صوری (۲) ضروری

قول صوری وہ منقول قول ہے یعنی جو قول نقل کیا گیا ہے۔ قول ضروری وہ ہے جو خاص طور پر کسی قائل کا قول نہ ہو لیکن وہ قول ضمناً آ گیا ہو اور ضرورتاً اسکا حکم کیا گیا ہو یعنی اگر اس خصوص میں وہ کلام کرتا تو یہ کلام کرتا۔

بسا اوقات ''حکم ضروری''، حکم صوری کے مخالف ہوتا ہے ایسی صورت میں

''ضروری'' غالب ہوتا ہے اگر اس صورت میں کوئی ''صوری'' کو اختیار کرے تو قائل کی مخالفت قرار پاتا ہے اور اس کو چھوڑ کر ''ضروری'' کی طرف آنا اسکی موافقت اور اتباع کہلاتا ہے جیسے زید ایک نیک آدمی ہے بکر نے اپنے خادم کو اس کی تعظیم کا حکم دیا اور صراحت کے ساتھ تاکیدی طور پر دیا اور وہ پہلے کہہ چکا تھا کہ تم کسی فاسق کی تعظیم کبھی نہ کرنا اب کچھ عرصہ کے بعد زید فاسق ہو گیا اب اگر بکر کے خادم پہلی نص کی وجہ سے اسکی تعظیم کرے تو گنہگار ہوگا اور نہ کرے تو فرمانبردار ہوگا۔ فتاوٰی رضویہ مترجم ج ا ص ۱۰۹

شے کے مراتب خمسہ اور انکی تعریف

''شے'' کے مراتب پانچ ہیں۔ ا۔ ضرورت، ۲۔ حاجت، ۳۔ منفعت، ۴۔ زینت، ۵۔ فضول ہر ایک کی تعریف درج ذیل ہے۔

(ا) ''ضرورت'' اسے کہتے ہیں جس کے بغیر گذر نہ ہو سکے جیسے **خرقةٌ توریٰ عورتَهٗ** یعنی کپڑے کا اتنا ٹکڑا کہ جس سے ستر عورت ہو سکے یہ ضرورت میں داخل ہے جو فرض کے درجہ میں ہے۔

(۲) ''حاجت'' اس شے کو کہا جاتا ہے کہ بغیر اس کے گذر تو ہو سکے لیکن ضروری معلوم ہو جیسے مکان اس کے بغیر بھی انسان اپنی زندگی گذار سکتا ہے مگر اتنا کہ گرمی، جاڑے اور برسات کی تکلیفوں سے بچا جا سکے حاجت میں داخل ہے جو واجب کے درجہ میں ہے۔

(۳) ''منفعت'' اس شے کو کہتے ہیں کہ وہ کسی کے لئے ضروری تو نہ ہو لیکن وہ ''شے'' اصل مقصود میں مفید ہو جیسے مکان کی بلندی و کشادگی۔ یہ منفعت میں داخل ہے جو مستحب کے درجہ میں ہے۔

(۴) ''زینت'' اس شے کو کہا جاتا ہے کہ جس سے مقصد میں صرف بالائی آرائش مقصود ہو جیسے مکان کی آرائش جو زینت میں داخل ہے یہ مباح کے درجہ میں ہے۔

(۵) ''فضول'' اس شے کو کہا جاتا ہے کہ جس میں حد سے زیادہ توسیع کردی جائے جیسے مکان کے اندر سونے یا چاندی کی کلس جو فضولیات میں داخل ہے یہ مکروہ کے درجہ میں ہے۔

مسائل کے اقسام

فقہائے محققین کے نزدیک ''مسائل'' کی چار قسمیں ہیں جن کی مختصر تفصیل اسطرح ہے۔

(۱) پہلی قسم ظاہر مذہب کے مسائل۔ جن کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر حال میں قبول کئے جائنگے۔

(۲) دوسری قسم روایات شاذہ۔ جن کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ اصول مقررہ کے مطابق نہیں ہونگے قبول نہیں کئے جائنگے۔

(۳) تیسری قسم علمائے متاخرین کے استخراج کردہ مسائل یعنی جن استخراج کردہ مسائل پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہو ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے ہر حال میں فتوی دیا جائیگا۔

(۴) چوتھی قسم وہ استخراج کردہ مسائل کہ جن میں جمہور فقہاء کا اتفاق نہ ہو اِن کا حکم یہ ہے کہ ''مفتی'' ان مسائل کو اصول مقرّرہ اور سلف صالحین کے کلام سے مطابقت کرے اگر مطابق پائے تو قبول کرے ورنہ چھوڑ دے۔

احکام شرعیہ کے اقسام کا بیان

ہم احکام شرعیہ کے اقسام کی تعریف اور اسکا حکم تحریر کررہے ہیں تا کہ کسی شرعی مسئلہ کا حکم لگانے اور سمجھنے میں آسانی ہو وہ چند قسموں پر منقسم ہیں۔

(۱) فرض اعتقادی (۲) فرض عملی (۳) واجب اعتقادی (۴) واجب عملی

(۵) سنت مؤکدہ (۶) سنت غیر مؤکدہ (۷) مستحب (۸) خلاف اولیٰ

(۹) مکروہ تنزیہی (۱۰) اساءت (۱۱) مکروہ تحریمی اعتقادی (۱۲) مکروہ تحریمی عملی

(۱۳) حرام اعتقادی (۱۴) حرام عملی

فرض اعتقادی وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو یعنی اس دلیل سے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ حکم اسکا یہ ہے کہ اسکا انکار کرنے والا ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے جیسے نماز کی فرضیت

کا منکر اور جو کوئی کسی فرض اعتقادی کو بلا عذر شرعی قصداً ایک مرتبہ بھی چھوڑ دے وہ فاسق۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

فرض اعتقادی کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ضروریات دین ۲۔ غیر ضروریات دین

ضروریات دین وہ امور ہیں جن کا دین سے ہونا خواص کو معلوم ہو اور ان عوام کو بھی جو دین میں شغل اور علمائے دین سے علمی تعلق رکھتے ہوں۔

غیر ضروریات دین وہ یقینی و قطعی امور جو اس حد تک معروف نہ ہوں۔

فرض عملی وہ ہے جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو مگر مجتہد کی نظر میں شرعی دلائل کے حکم سے یقین ہے بغیر اس کے کئے بری الذمہ نہ ہوگا اگر وہ کسی عبادت میں فرض ہے تو وہ عبادت اس کے بغیر باطل ہوگی۔

حکم اس کا یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی وجہ کے اس کا انکار فسق و گمرہی ہے ہاں اگر ایسا شخص جو دلائل شرعیہ پر نظر کا اہل ہے تو اسکا انکار کر سکتا ہے جیسے حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے۔

واجب اعتقادی وہ ہے جس کی ضرورت دلیل ظنی سے ثابت ہو حکم اسکا یہ ہے کہ کرنا ضروری تو ہے مگر اسکا انکار کرنیوالا کافر نہیں ہوتا جیسے وتر کی نماز کے وجوب کا انکار۔

واجب عملی وہ ہے بغیر اس کے کئے بری الذمہ ہونیکا احتمال ہو مگر ظن غالب اسکی ضرورت پر ہے عبادت اس کے بغیر ناقص رہیگی مگر "مجتہد" شرعی دلیل سے اسکا انکار کر سکتا ہے۔

حکم اسکا یہ ہے کہ کسی بھی واجب کا ایک بار قصداً ترک کرنا گناہ صغیرہ اور چند بار ترک کرنا کبیرہ ہے پھر بھی اسکو ادا کرنا ہوگا۔

سنت موکدہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو اور اس کے کرنیکی تاکید بھی فرمائی

ہو لیکن بیانِ جواز کیلئے کبھی ترک بھی کر دیا ہو۔

حکم اس کا یہ ہے کہ کرنا ثواب اور چھوڑنا برا ہے اتفاقیہ چھوڑنے پر عتاب اور ترک کی عادت بنانے پر عذاب نار کا مستحق ہے جیسے ظہر کی سنت۔

سنت غیر مؤکدہ وہ ہے جس کے ترک کو شریعت مطہرہ ناپسند رکھے مگر اس حد تک نہیں کہ ترک پر عذاب کی وعید ہو خواہ حضور نے اس کے کرنے پر ہمیشگی فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو۔

حکم اسکا یہ ہے کہ اسکا کرنا اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہی کیوں نہ ہو عتاب کا سبب نہیں جیسے عصر کی سنتیں۔

مستحب وہ ہے جو شریعت کی نظر میں پسند ہو اور نہ کرنے پر کچھ ناپسندی نہ ہو خواہ حضور ﷺ نے اسے کیا ہو یا اسکی ترغیب دی ہو یا علماء کرام نے اسے محبوب سمجھا ہو اگرچہ حدیث میں اسکا ذکر نہ ہو۔

حکم اسکا یہ ہے کہ کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں جیسے محفل میلا د النبی ﷺ۔

حرام قطعی وہ ہے جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ حکم اسکا یہ ہے کہ ایک بار بھی قصداً کرنا کبیرہ و فسق ہے اور اس سے بچنا فرض و ثواب ہے جیسے شراب نوشی وغیرہ۔

مباح وہ ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہو جیسے مرغوب غذا اسی تعریف سے اسکا حکم بھی ظاہر ہے۔

مکروہ تحریمی وہ ہے جس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے حکم اسکا یہ ہے کہ اسکا کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اسکا گناہ حرام سے کم ہے اور چند مرتبہ اسکا ارتکاب کبیرہ ہے جیسے حالت نماز میں گردن کے نیچے حصہ کی بانسری کا کھلنا۔

اساءت وہ ہے کہ جس کا کرنا گناہ اور نادراً کرنے والا عتاب کا مستحق ہے اور اس فعل کو لازمی طور پر کرنے والا عذاب نار کا مستحق ہے جیسے حالت احرام میں شکار کرنا۔

مکروہ تنزیہی وہ ہے کہ جس کا کرنا شریعت کو ناپسند ہو مگر اس حد تک نہیں کہ اس پر وعید عذاب نازل فرمائے۔

حکم اسکا یہ ہے کہ اس سے بچنا افضل ہے ورنہ وہ عتاب کا سبب ہے۔

خلاف اولیٰ وہ ہے کہ جس کا نہ کرنا بہتر اور اگر کیا تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے حالت نماز میں گرتی ٹوپی کا اٹھالینا۔

حکم اسکا یہ ہے کہ جس کے کرنے پر عذاب وعتاب کچھ نہ ہو خواہ عادۃً ونادراً ہی کیوں نہ ہو۔

چند ضروری فوائد کا بیان

فائدہ۔لفظ "اولیٰ" کا اطلاق کبھی واجب اور کبھی فرض دونوں پر ہوتا ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ج اص ۸۴۸)

فائدہ۔حالتوں کے اختلاف سے فتوی کا حکم مختلف ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ سے ایک ضعیف بوڑھا نے پوچھا کہ روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جائز ہے اور ایک نوجوان نے آپ سے پوچھا کہ روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ کیسا ہے؟ تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا اہل فہم پر دونوں کی وجہ ظاہر ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج اص ۴۸۴)

فائدہ۔امام الفقہاء حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے صرف مسائل نقل کئے گئے ہیں اور دیگر مشائخ عظام نے دلائل استنباط کئے ہیں اگر دلائل کا ضعف بھی ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ضعیف ہے۔فتاویٰ رضویہ ج اص ۳۸۹

فائدہ۔جن چھ وجوہات سے بظاہر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بدل جاتا ہے وہ یہ ہیں۔۱۔ضرورت ۲۔دفع حرج ۳۔عرف ۴۔تعامل ۵۔دینی ضروری مصلحت ۶۔فساد کا ازالہ مقصود ہو۔(فتاویٰ رضویہ ج اص ۳۸۵)

ان مذکورہ وجوہات سے بظاہر امام اعظم کا ''قول'' صحیح ومؤکد احادیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے مگر وہ حقیقت میں خلاف نہیں ہوتا جیسے عورتوں کا مسجد، عیدین میں حاضر ہونا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۳۸۵)

فائدہ۔ اگر کسی مسئلہ میں کوئی قابل اعتماد امام جو ''قید'' زیادہ فرمائیں اور ان کے خلاف اسکا خلاف ثابت نہ ہوتو وہ واجب القبول ہے۔ فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۵۸۱

فائدہ۔ اگر ''شارحین'' متن میں قید لگائیں تو اس سے متن کی مخالفت مقصود نہیں ہوتی بلکہ بیان مراد ہوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۵۸۱)

فائدہ۔ علمائے کرام اگر مسائل کے یاد رکھنے کی وجہ سے مسائل کا ذکر سامعین سے بار بار کریں تو معیوب نہیں جیسا کہ حضرت امام محمد رحمتہ اللہ نے اپنی کتابوں میں مسائل مکرر ذکر فرمائے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۸۲۰)

فائدہ۔ چند شرعی علتوں کا اجتماع ایک معلول پر جائز ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۸۱۴)

فائدہ۔ کبھی کُل سے مراد ''اکثر'' ہوتا ہے اور کبھی اکثر سے ''کُل'' مراد ہوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۷۳۷)

فائدہ۔ فقہائے کرام کے کلام میں مطلق کو ''مقید'' پر محمول کیا جاتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۸۱۵)

فائدہ۔ فقہائے کرام کے عرف میں رقیق اور بے جرم کے معنی (پتلا) ایک ہیں۔ اور کثیف وغلیظ اور ثخین وذی جرم کے معنی (گاڑھا) ایک ہیں۔ فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۴۹۱

فائدہ۔ عام طور پر اہل عرب قِلّت کو ''عدم'' کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۴۸۱)

فائدہ۔ فقہی مسائل میں ''ظن'' اگر غالب ہوتو یقین کے مثل ہے ورنہ وہم کے مثل کہ جس کا شریعت کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۴۲۱)

فائدہ۔ ''احکام'' حکمت کی بناء پر ہوتے ہیں مگر حکمت پر ان کا دارومدار نہیں ہوتا۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۵۷)

فائدہ۔ ائمہ متقدمین کے عرف میں حرام کو بھی ''مکروہ'' کہا جاتا ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۴۵)

فائدہ۔ ''مندوب'' کراہت کے منافی نہیں ممکن ہے کہ شے فی نفسہ مندوب ہو لیکن اسکا نہ کرنا مجلس واحد میں اولیٰ ہو جیسے بعض کے قول پر مجلس واحد میں دوبارہ وضو کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۹۰)

فائدہ۔ کبھی سنت کا اطلاق مستحب پر اور کبھی مستحب کا اطلاق سنت پر ہوتا ہے۔ اور اسکا علم قرینہ سے ہوگا۔ بحر الرائق

فائدہ۔ ''غشی'' (بیہوشی) انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے جسم ظاہر پر طاری ہو سکتی ہے مگر اس حالت میں بھی ان کا دل بیدار رہتا ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۹۳)

چند ضروری قواعد کا بیان

قاعدہ۔ جو ''مسائل'' حدیث کی شرحوں میں فقہی مسائل کے خلاف ہوں تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۸۸)

قاعدہ۔ ''شے'' اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب و شرائط اور احکام و آثار پر خود ہی دلالت کریگی جیسے ظہر کی نماز قبل زوال۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۵۵

قاعدہ۔ ''مُحدِث'' جب مطلق بولا جائے تو اس سے مراد بے وضو ہوتا ہے نہ وہ کہ جس پر غسل واجب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۵۵)

قاعدہ۔ جو ''رطوبت'' بدن سے بہے اگر نجس نہیں تو ناقض وضو بھی نہیں۔

قاعدہ۔ کوئی نجاست اپنے رہنے کی جگہ میں نجاست کا حکم نہیں پاتی ہے۔

قاعدہ۔ جو چیز ضرورتاً مباح ہو وہ ضرورت ہی کی حد تک مباح رہیگی یعنی ضرورت کے دائرہ سے باہر اسے مباح نہیں سمجھا جائیگا جیسے ضرورت کے وقت مردار کھانا صرف اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے۔

قاعدہ۔ ''صیغۂ نفی'' صیغۂ نہی سے زیادہ تاکیدی ہوتا ہے جیسے فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے مسجد میں آذان دینے سے صیغۂ نفی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

قاعدہ۔ لفظ **جمیعاً اجتماع فی الحکم** پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اجتماع فی الوقت پر جیسے قرآن شریف کی آیت کریمہ **وتوبو ا الی اللهِ جَمِیعاً ایها المُومنُون لَعلَّکمُ تُفلِحُون٥** اس آیت کریمہ میں تمام مسلمانوں کو توبہ کرنیکا حکم ہے یہ حکم نہیں ہے کہ مسلمان سب ایک وقت ایک ساتھ مل کر توبہ کریں۔

جن مسائل کا حکم فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے یا ان سے متعلق نص شرعی یا اس پر استدلال شرعی موجود ہے تو وہاں مندرجہ ذیل فقہی قواعد کو استعمال نہیں کیا جائیگا اسلئے کہ شرعی نص یا شرعی استدلال کو چھوڑ کر ذیلی فقہی قواعد سے حکم بیان کرنا جہالت ہے۔

ہمارے فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے ان نئے مسائل (جن کا ذکر نہ فقہہ کی کتابوں میں ہے نہ اس پر نص شرعی اور نہ ہی استدلال شرعی موجود ہے) کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لئے بہت سارے قواعد وضوابط بیان کئے ہیں ان سے ہم کچھ تحریر کر رہے ہیں تا کہ نو مشق علماء کے لئے احکام معلوم کرنے میں مفید و معاون ثابت ہوں۔

چند فقہی اصطلاحات

قاعدہ۔ لا ثواب اِلّا بالنیة ۔یعنی ثواب اخروی کا مدار نیت پر موقوف ہے یہ فقہی قاعدہ تمام اعمال وافعال کو محیط ہے عبادت مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ اگر کوئی شخص نماز وغیرہ اعمال کی نیت نہیں کرے گا تو اسکی نماز وغیرہ صحیح نہیں ہوگی اور جب صحیح نہیں

ہوگی تو ثواب اخروی کیسے ملیگا؟ ایسے ہی اگر کوئی شخص بغیر نیت کے وضو کرے گا تو وہ ثواب کا مستحق نہیں ہوگا گویا کہ یہ فقہ کا قاعدہ بے شمار مسائل کا حل ہے۔

قاعدہ۔ الامُورُ بمقاصِدِ ھا۔ یعنی اعمال و معاملہ کا مدار ان کے مقاصد پر موقوف ہے جیسے کسی نے ناراض ہوکر اپنے مسلمان بھائی سے سلام و کلام چھوڑ دیا اگر بلا سبب شرعی تین دن سے زیادہ اس عمل کو جاری رکھا تو حرام ہے اور اگر شرابی یا بدکار ہونیکی وجہ سے تین دن سے زیادہ سلام و کلام ترک کیا تو جائز ہے اسی طرح اور کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اور اس مقصد سے اٹھایا کہ اس کے مالک تک پہونچا دے گا تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے مقصد کے بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔

قاعدہ۔ اليَقِينُ لا يزولُ بالشكِ۔ یعنی ''یقین'' شک سے زائل نہیں ہوتا ہے جیسے کسی شخص کو باوضو ہونے کا یقین ہو اور وضو ٹوٹنے میں شک ہے تو وہ باوضو مانا جائیگا اسی طرح کسی غائب شخص کے زندہ ہونے کا یقین ہے اور مرنے میں شک ہو تو اسے زندہ ہی مانا جائیگا اور اسکی وراثت تقسیم نہیں کی جائیگی اس قاعدہ کے تحت اور بھی شرعی مسائل نکالے جاسکتے ہیں۔

قاعدہ۔ مَاثبتَ بِاليَقينِ لا يَرتَفِعُ اِلّا بِاليَقين۔ یعنی جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ صرف یقین ہی سے دور ہوسکتی ہے جیسے کنواں کے پاک ہونے کا یقین ہے اور ناپاک ہونیکا شک ہے تو اس صورت میں کنواں پاک ہی قرار دیا جائیگا۔

قاعدہ۔ الاصُل العَدَمُ فِی الصِفَاتِ العارِضَةِ۔ یعنی نہ ہونا اصل ہے اسکا تعلق ان اوصاف سے ہے جو کسی چیز کو عارض ہوتے ہیں جیسے کسی نے ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ روٹی پکانا جانتا ہے پھر خریدار نے کہا وہ غلام روٹی پکانا نہیں جانتا تو اس صورت میں خریدار کا قول مانا جائیگا کیونکہ روٹی پکانا صفات عارضہ سے ہے اور اصل اس میں عدم یعنی نہ ہونا ہے۔

قاعدہ ۔ اَلْاَصْلُ الوَجُودُ فِی الصِفَاتِ الاصلیۃِ ۔یعنی ''ہونا'' یہی اصل ہے اسکا تعلق کسی چیز کی صفات اصلیہ سے ہے جیسے کسی نے باندی خریدی اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے یعنی کنواری پھر خریدار نے اس میں بکارت کا انکار کیا اور بیچنے والا کہتا ہے کہ وہ باکرہ ہی ہے تو ایسی صورت میں بیچنے والا کا قول مانا جائیگا کیونکہ ''بکارت'' صفات اصلیہ سے ہے اور اصل اس میں وجود (پایا جانا) ہے۔ (فتح القدیر باب خیار الشرط)

قاعدہ ۔ مَنْ تَیَقَّنَ الفِعلَ وَ شَکَّ فِی القلیلِ والکثیرِ حُمِلَ عَلَی القَلِیلِ۔ یعنی کسی کو عمل کرنے کا یقین تو ہے لیکن شک یہ ہے کہ وہ کام زیادہ کیا یا کم تو ایسی صورت میں اس کا عمل ''کم'' پر محمول کیا جائیگا کیونکہ ''کم'' کا تو یقین ہے جیسے کسی پہ شک ہوا کہ نمازیں کتنی رکعتیں پڑھیں اگر پہلی بار ایسا ہوا تو نماز از سرنو ادا کرے اور اگر اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے تو ''تحری'' یعنی قلبی جماؤ سے کام لے ورنہ اقل رکعت قرار دے یہ اسوقت ہے جب شک نماز کی حالت میں ہو اور اگر نماز کی فراغت کے بعد یہ شک ہوا تو اس پر کچھ نہیں۔

قاعدہ ۔ الضَرُوراتُ تُبِیحُ المحظُورات۔ یعنی ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں جیسے اکراہ شرعی کے حالت میں جان بچانے کے لئے بکراہتِ قلب کلمۂ کفر ادا کر دینا جائز ہے اسی طرح کشتی وغیرہ میں اتنا سامان بھر دیا کہ اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہے جس کی وجہ سے مسافروں کی جان جانیکا اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں کشتی وغیرہ سے مال نکال کر سمندر میں پھیکدینا جائز ہے کشتی اور مسافر کو بچانا ضروری ہے جبکہ اور عام حالتوں میں دوسرے کا مال ضائع کرنا حرام ہے۔

قاعدہ ۔ ما اُبِیحَ للضَرُورۃِ یَتقدّرُ بقدرِھَا ۔ یعنی جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہے وہ صرف بقدر ضرورت ہی جائز ہے جیسے طبیب کو شرعی ضرورت کے وقت پردہ کی جگہ کا صرف وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھنے کی اسے ضرورت ہے زیادہ

نہیں اسی طرح ضرورت کے وقت حرام چیز کا استعمال اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے (کنز الدقائق)

قاعدہ! الاصلُ فی الاشیاءِ الاباحۃُ۔ یعنی ہر چیز اصل میں مباح و جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو جیسے تعیین وقت کے ساتھ قرآن خوانی، یا محفل میلاد، یا دینی جلسہ جائز و مباح ہے کیونکہ اس کے عدمِ جواز پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور یہ واضح ہو کہ امر مباح بہ نیتِ خیر باعث اجر و ثواب ہے صاحب ہدایہ کا یہی مسلک ہے حدیث شریف میں ہے۔ الحلالُ ما احلَّ اللّٰہُ فی کتابہٖ والحَرامُ ما حَرَّمَ اللّٰہُ فی کِتابِہٖ وَمَا سَکَتَ عنہُ فَھُوَ مَعْفُوٌّ اس کے ثبوت کے لئے یہ حدیث کافی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جسے اپنی کتاب یں حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسے اپنی کتاب میں حرام فرمایا وہ حرام ہے اور جسے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔

قاعدہ! الضررُ یُزالُ۔ یعنی ضرر و نقصان کو دور کیا جائے جیسے کسی ایسی بلند جگہ پر چڑھنا جہاں سے دوسروں کی عورتوں کی بے پردگی ہو۔ باآواز بلند اعلان کئے بغیر جائز نہیں ہے کیونکہ بغیر اس کے دوسروں کو تکلیف پہونچانا ہے اس قاعدہ کی بنیاد یہ حدیث پاک لاضرر ولاضرار اسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی کو نہ ابتداءً ضرر پہونچائے اور نہ ضرر کے انتقام میں انتہاءً تکلیف پہونچائے۔

قاعدہ! الضررُ لا یُزالُ الضرر۔ یعنی نقصان کو نقصان پہونچا کر دور نہیں کیا جائیگا جیسے ایک شخص جو حالت اضطرار میں ہے وہ دوسرے ایسے شخص کا کھانا نہیں کھا سکتا ہے جو خود بھی حالت اضطرار میں ہے۔

قاعدہ! یُتحمّلُ الضررُ الخاصُ لاجلِ دفعِ الضررِ العامِ۔ یعنی ضرر خاص کو برداشت کر لیا جائیگا ضرر عام سے بچنے کے لئے جیسے اس بوسیدہ دیوار کو گرا دیا جائیگا جو راستہ کی طرف جھک گئی ہو اور جس کے گرنے سے راہ گیروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اگرچہ اسکا مالک رضامند نہ ہو اور اسی طرح اس باپ کو جو اپنی اولاد کا

واجب الاداء نفقہ نہ دے اور انھیں فاقہ کشی کرنے پر مجبور کرے تو اسکو ان کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے قید کیا جائیگا۔

قاعدہ۔مَنِ ابتُلِیَ بِبَلِیّتَینِ وھُما مُتساویانِ یا خُذ بایّتِھما شاء وان اختلفا یختارُ اَھوَنَھُمَا ۔یعنی جوکوئی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے اور دونوں برابر کی ہوں تو ان میں سے جس کو چاہے اختیار کرے کیونکہ حرام کا ارتکاب بدرجۂ مجبوری جائز کیا گیا ہے لہٰذا کم سے کم ہو اس لئے بڑی مصیبت کو ترک کردے کہ اس میں بلاضرورت زیادہ حرام کرنا پڑیگا جیسے اگر کوئی ضعیف و ناتواں بوڑھا کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو قرآن کی تلاوت نہیں کر پاتا اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو قرأت کر لیتا ہے تو ایسی صورت میں وہ بیٹھ کر نماز ادا کریگا اور قیام ترک کردیگا کیونکہ قیام کا ترک نفل میں بھی جائز ہے مگر قرآن کی قرأت کا ترک جائز نہیں۔

قاعدہ۔اذا تعارضَ المانِعُ و المُقتَضٰی فانِہٗ یُقَدَّمُ المانِعُ ۔یعنی مانع اور مقتضٰی میں جب تعارض پیدا ہوا تو ''مانع'' کو مقدم کیا جائیگا اس صورت میں حکم، عدم جواز کا ہوگا جیسے اگر وقت تنگ ہے یا پانی کی مقدار کم ہے تو اس حالت میں اگر وضو کی سنتیں ادا کرتا ہے تو نماز کا وقت ختم ہو جائیگا یا پورا پانی نہ ہو تو اس صورت میں وضو کی سنتیں ادا کرنا درست نہیں۔

قاعدہ۔لا اِیثَارَ فِی القُرُبِ ۔یعنی قربت عبادت میں ایثار نہیں جیسے جو شخص صف میں جہاں بیٹھا ہے وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھایا جائیگا کہ دوسرا آدمی اس کی جگہ بیٹھے ہاں اگر وہ باختیار خود اٹھے تو کراہت نہیں۔اسی طرح اگر نماز کا وقت آگیا اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اپنا وضو کرے اور وہ پانی کسی دوسرے کو وضو کے لئے دینا چاہے تو جائز نہیں۔ (شرح المھذب باب الجمعہ)

قاعدہ۔الحُدُودُ تَدرَءُ بالشُبھات۔یعنی ''حدود'' شبہہ سے ساقط (ص۲)

ہو جاتے ہیں جیسے کسی کو یہ شبہہ ہو جائے کہ اسے مطلقہ ثلاثہ بیوی (جس بیوی پر تینوں طلاق پڑ چکی ہے) سے دورانِ عدت وطی کرنا جائز ہے اور اس نے وطی کر لی تو اس صورت میں اس پر حد قائم نہ ہوگی لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے اس کے حرام ہونے کا علم تھا تو اس پر حد قائم ہوگی۔

شبہہ۔ اُسے کہتے ہیں جو ثابت نہ ہو لیکن ثابت کے مشابہ ہو اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) شبہہ فی الفعل (۲) شبہہ فی المحل (۳) شبہہ فی العقل

شبهه فی الفعل۔ یعنی کسی پر اس شے کی حلت و حرمت مشتبہہ ہو جائے جیسے وہ یہ گمان کرے کہ اسکی بیوی کی لونڈی سے وطی کرنا حلال ہے اور وہ کر لے تو اس صورت میں اس پر حد قائم نہ ہوگی۔

شبهه فی المحل۔ اسکی صورت یہ ہے جیسے فروخت کردہ باندی جس کو ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اسکے ساتھ وطی کر لی اس پر حد قائم نہ ہوگی اگرچہ وہ یہ اقرار کرے کہ میں اس کے حرام ہونیکو جانتا تھا۔

شبهه فی العقل۔ کی صورت یہ ہے جیسے کسی نے شراب کو دوا کے طور پر پی لیا بشرطیکہ معالج نے اسکے لئے ضروری قرار دیا ہو اس پر حد قائم نہ ہوگی۔ مذکورہ بالا قاعدہ سے ظاہر ہو گیا ہے "حدود" شبہہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے "حدود" عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتے اور نہ "کتابُ القَاضِی اِلی القَاضِی" اور نہ ہی "شَهادَت عَلیٰ الشَهادَت" سے۔

اور یہ واضح رہے کہ جس طرح "حدود" شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں اسی طرح قصاص بھی شبہہ سے ساقط ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ "قصاص" بھی ان ہی چیزوں سے ثابت ہوگا جن سے حدود ثابت ہوتے ہیں بخلاف تعزیر کے کہ وہ شبہہ کی موجودگی میں بھی ثابت ہو جاتی ہے اس میں قسم بھی لی جاتی ہے جبکہ

حدود وقصاص میں قسم نہیں لی جاتی ہے۔

قاعدہ۔ السُوالُ مُعادٌ فِی الجَوابِ۔ یعنی سوال کے جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے جیسے بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں طلاق والی ہوں اس پر اس کے شوہر نے کہا (ہاں) یعنی ہاں تو طلاق والی ہے اس صورت میں بیوی پر طلاق واقع ہو جائیگی اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا تجھ پر اتنا قرضہ ہے وہ مجھے ادا کر۔ دوسرے نے مذاق واستہزاء میں کہا ہاں تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہاں مجھ پر تیرا اتنا قرض ہے گویا یہ جملہ اس قرضہ کا اقرار ہے شرعی طور پر وہ قرض اس سے لیا جائیگا۔ (قنیہ)

قاعدہ۔ السُکُوتُ فِی مَعْرِضِ البَیانِ بَیانٌ۔ یعنی مقام اظہار و بیان میں سکوت اختیار کرنا اظہار و بیان ہی مانا جائیگا جیسے کنواری لڑکی کو خبر دی گئی کہ تمہارے ولی نے تمہارا نکاح کر دیا ہے یہ سن کر اس نے سکوت اختیار کیا تو یہ اسکی رضا ہے اور اسی طرح ماں نے اپنی بیٹی کا جہیز باپ کے مال ومتاع سے دیا اور باپ نے سکوت اختیار کیا تو یہ بھی اسکی رضا ہے اب باپ کو اسے لینے کا اختیار نہیں۔

قاعدہ۔ ماحَرَمَ اخذُہٗ حَرَمَ اِعطاءُہٗ۔ یعنی جس چیز کا لینا حرام ہے اسکا دینا بھی حرام ہے جیسے سود، زناء کی اجرت، کاہن، نجومی کی فیس رشوت وگانے والے کی اجرت کہ ان میں ہر ایک کا لینا دینا دونوں حرام لیکن اپنی عزت وآبرو بچانے کے لئے یا کسی کو رشوت دینا کہ اس کے بغیر کام نہ چلے اِن صورتوں میں دینے والے پر گناہ نہیں لیکن لینے والے کے لئے بہر حال حرام وگناہ ہے۔

قاعدہ۔ ما حَرَمَ فِعلُہٗ حَرَمَ طَلَبُہٗ۔ یعنی جس چیز کا کرنا حرام ہے اسکی طلب بھی حرام ہے جیسے چوری، قتل وغیرہ کرنا حرام ہے اور اسکی طلب بھی حرام ہے مگر ایک صورت ایسی ہے کہ اسکا کرنا حرام تو ہے لیکن اسکی طلب حرام نہیں جیسے ذمی کو جزیہ

دینا حرام ہے مگر اس سے طلب کرنا حرام نہیں یہ مسئلہ اس قاعدہ سے الگ ہے۔

قاعدہ۔ مَنِ استعَجَلَ الشی قَبْلَ اَوَانِهٖ عُوقِبَ بِحِرْمَانِهٖ۔ یعنی جو شخص شے کو وقت سے پہلے حاصل کرنے میں جلدی کرے تو سزا کے طور پر وہ اس شے سے محروم کر دیا جائیگا جیسے اگر کوئی شوہر اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بغیر اسکی طلب ورضامندی کے طلاق دیدے تا کہ وہ عورت وراثت سے محروم ہو جائے تو وہ اسکی وراثت سے محروم قرار نہ دی جائیگی یہ شوہر اپنا مقصد حاصل کرنے سے محروم ہوگا۔

قاعدہ۔ لاعِبْرَةَ بالظنِ البیّنِ خطاؤہٗ۔ یعنی جس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا پھر اسکا اعتبار نہیں جیسے اگر صاحب نصاب زکوٰۃ مالِ زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ دیئے جانے والے کو غیر مصرف زکوٰۃ گمان کیا اور اسکو زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ مصرفِ زکوٰۃ ہے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر کسی نے نماز پڑھی اور خود کو بے وضو گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ باوضو تھا تو نماز جائز نہیں۔ (فتح القدیر)

قاعدہ۔ اِذا اجْتَمعَ الحَلالُ و الحَرَامُ غُلِبَ الحَرَامُ۔ یعنی حلال اور حرام جب دونوں جمع ہو جائیں تو غلبہ حرام کو ہوگا جیسے اگر پالتو بکرا ہرنی سے ملا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اسکی قربانی جائز نہیں۔

قاعدہ۔ التَابِعُ تَابِعٌ۔ یعنی ''تابع'' متبوع کے حکم میں داخل ہے جیسے حمل والے جانور کی بیع میں ''حمل'' اپنی ماں کے تابع ہے اسکی بیع الگ سے نہ ہو گی سی طرح راستے اور پانی زمین کے تابع ہیں اسکی بیع الگ سے نہ ہوگی۔

قاعدہ۔ التَابِعُ لایتقَدَّمُ علیٰ مَتبُوعٍ یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہ ہوگا جیسے ''مقتدی'' ارکانِ نماز کی ادائیگی میں امام پر سبقت نہیں کر سکتا کیونکہ مقتدی اپنے امام کے تابع ہیں۔

قاعدہ۔ اَلاِجتِهادُ لَا یَنقُضُ بِالاِجْتِهادِ۔ یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد

سے ٹوٹتا نہیں ہے جیسے کسی نے سمت قبلہ کے بارے میں اجتہاد تحری کر کے ایک طرف نماز شروع کی درمیان میں اسکی رائے واجتہاد بدل گیا اسنے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا اسی طرح اس نے اگر چار رکعت چاروں سمت کی طرف رُخ کر کے پڑھی تو نماز درست ہوگئی اسکی قضا نہیں کی جائیگی دوسرے اجتہاد نے پہلے اجتہاد کو ساقط نہیں کیا اسلئے ہر رکعت صحیح ادا ہوئی۔ (الاشباہ والنظائر ص ۷۳)

قاعدہ۔ لَایَجُوزُ تَرکُ الوَاجِبِ لِلِاستِحبَابِ یعنی کسی مستحب کی وجہ سے واجب کا چھوڑنا جائز نہیں ہے جیسے ذکر خیر کی وجہ سے نماز وغیرہ جیسی عبادتوں کا چھوڑنا جائز نہیں۔

قاعدہ۔ اَلاُجتِهَادُ لا یُعَارِضُ النَصَّ یعنی ''اجتہاد'' نص کے معارض نہیں ہوسکتا جس کا مطلب یہ ہے کہ نص کے حکم کے خلاف کوئی اجتہاد قابل قبول نہیں۔

قاعدہ۔ دَرءُ المَفَاسِدِ اَولیٰ مِنْ جلبِ المصَالِحِ یعنی خرابیوں کو دور کرنا حصولِ منافع سے زیادہ بہتر ہے جس کا مطلب یہ ہے مصالح کو ترک کر کے خرابیوں کو دور کی جائیں جیسے کسی عورت پر غسل واجب ہو اور وہ مردوں سے پردہ کی جگہ نہ پائے تو وہ غسل مؤخر کریگی اور کبھی ''مصالح'' مفاسد پر زیادہ غالب ہوتے ہیں ایسی صورت میں مصالح کو اختیار کیا جائیگا جیسے دولڑنے والے فریق کے درمیان صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے حالانکہ جھوٹ بولنا منہیات شرعیہ سے ہے۔

قاعدہ۔ اِذَا اِجتَمعَ اَمرَانِ مِنْ جِنسٍ وَاحِدٍ ولَمْ یَختَلِفْ مَقصُودُهُمَا دَخَلَ اَحَدُهُما فِي الأخرِ یعنی جب دو چیزیں ایک ہی جنس کی جمع ہو جائیں اور ان کا مقصد بھی مختلف نہ ہو تو وہ ایک دوسرے میں داخل ہو جاتا ہے جیسے حدث و جنابت ایک ہی شخص میں جمع ہوں یا جنابت اور حیض ایک ہی عورت میں جمع ہوں تو ان پر ایک ہی غسل فرض ہوگا اسی طرح کسی سے ایک ہی نماز میں دو واجب یا

ایک واجب کئی بار سہواً ترک ہو تو اس کے لئے ایک ہی بار سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔

قاعدہ۔ اَلحَاجَةُ تَنزِلُ مَنزِلَةَ الضَّرُورَةِ ۔یعنی ''حاجت'' ضرورت کا مقام حاصل کر لیتی ہے جیسے اجارہ کا جواز حاجت کی وجہ سے ہے جو ایک ضرورت ہے ورنہ اجارہ داری قیاس کے خلاف ہے اسی طرح بیع سلم کا جواز غریبوں کی ضرورت پوری کرنیکی وجہ سے ہے ورنہ اسکا جواز بھی قیاس کے خلاف ہے کیونکہ یہ معدوم شی کی بیع ہے۔

قاعدہ۔ مَنْ شَكَّ هَل فَعَلَ شيأً ام لا فَالاصلُ انه لَمْ يَفعَلْ یعنی کسی کو یہ شک ہو کہ اس نے یہ کام کیا یا نہیں؟ تو اصل یہ ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا جیسے کسی کو یہ شک ہوا کہ اس نے اس وقت کی نماز پڑھی تو اگر اس نماز کا وقت باقی ہے جس میں شک کر رہا ہے تو وہ نماز دوبارہ پڑھی جائیگی اور اگر اس نے نماز کا وقت گذرنے کے بعد شک کیا تو وہ نماز نہیں لوٹائی جائیگی۔

قاعدہ۔ الطاهِرُ لا يَعُودُ نَجِسًا۔یعنی پاک چیز دوبارہ نجس ہو کر نہیں لوٹے گی جیسے اگر زمین پر کسی نے پیشاب کیا اور وہ دھوپ وغیرہ سے خشک ہو گیا اور نجاست کا اثر جاتا رہا تو وہ زمین پاک ہو گئی۔ پھر اس زمین پر پانی پڑا تو اسکی وجہ سے نجاست نہیں لوٹیگی۔

قاعدہ۔ المُشَقَّةُ والحَرجُ انما يُعتَبَرَ انِ فی مَوْضِعٍ لا نَصَّ فيه ۔یعنی مشقت اور حرج کا اعتبار اس جگہ کیا جاتا ہے جہاں نص شرعی موجود نہ ہو اگر کسی مسئلہ میں نص موجود ہے تو پھر اسکا اعتبار نہیں کیا جائیگا جیسے ''حرم'' کی گھاس اکھاڑنا جائز نہیں ہے کہ اس پر نص موجود ہے اگرچہ گھاس کے ہونے میں مشقت و حرج ہوں۔

قاعدہ۔ المُشَقَّةُ تَجلُبُ التيسير یعنی مشقت آسانی لاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں اپنی امت پر مسواک کرنیکی پابندی باعثِ مشقت نہیں جانتا تو میں مسواک کرنے کو واجب کر دیتا اسی لئے فقہ کا قاعدہ بنایا گیا ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے حضرت علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاشباہ

والنظائر میں سات قسم کے اسباب تخفیف بیان فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔
(۱) سفر (۲) مرض (۳) اکراہ (۴) نسیان (۵) جہالت (۶) نقص
(۷) عسر و عموم بلوٰی ہر ایک کی مختصر توضیح آپکی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

۱۔سفر یعنی اتنا طویل فاصلہ طے کیا جائے جو درمیانی انسانی رفتار سے تین دن تین رات میں طے ہو دوران سفر ایسے مسافر پر قربانی اور جمعہ کی نماز واجب نہیں ہیں کیونکہ سفر جو باعثِ مشقت ہے اسکی وجہ سے حکم آسان کر دیا گیا ہے۔

۲۔مرض یعنی بیماری بڑھ جائے یا جان جانیکا قوی اندیشہ ہو تو ایسا مریض غسل اور وضو کے بجائے تیمّم کر سکتا ہے اگر وہ مرض کیوجہ سے کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر نماز ادا کرے اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا ہے تو لیٹ کر نماز ادا کرے کیونکہ مرض کیوجہ سے جو باعث مشقت ہے حکم آسان کر دیا گیا ہے۔

۳۔اکراہ یعنی مجبور کرنا جیسے کوئی یہ کہے کہ اگر تم مردار نہیں کھاوگے تو جان سے مارڈالونگا اور اسے یہ ظن غالب ہے کہ واقعی وہ ایسا کر بیٹھے گا تو ایسی صورت میں جان بچانے کے لئے مردار کھا سکتا ہے اکراہ شرعی جو باعث مشقت ہے اسکی وجہ سے شریعت نے رخصت دی ہے۔

۴۔نسیان یعنی بھول جانا جیسے ذبح کے وقت اگر کوئی مسلمان بسم اللہ پڑھنا بھول جائے پھر بھی وہ ذبیحہ حلال ہے۔

۵۔جہالت یعنی کسی چیز کا نہ جاننا اس میں تھوڑی تفصیل کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہر جہالت کے لئے شریعت نے رخصت نہیں دی ہے جیسے کافر کا جہل اس کے ایمان نہ لانے کے لئے عذر شرعی نہیں ہے ہاں بعض جہالت کے لئے شریعت نے رخصت دی ہے جیسے وہ صغیر یا صغیرہ جن کا نکاح ان کے باپ، دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو بالغ ہوتے ہی انھیں نکاح کو جائز یا باطل کرنیکا اختیار تھا لیکن بالغ

ہونے کے وقت اس نکاح سے وہ جاہل رہے جو تخفیف ورخصت کا سبب ہے جس کی وجہ سے ان کو اختیار حاصل رہے گا۔

۶۔ نقص: یعنی کسی چیز میں کمی کا پایا جانا جیسے صبی، مجنون ان کو تکلیفات شرعیہ سے مکلّف نہیں کیا گیا ہے جب ''صبی'' نابالغ اور مجنون جنون کی حالت میں رہے تو ان کا معاملہ ان کے ولی کے سپرد کیا جائیگا کیونکہ مکلف نہ ہونے کی وجہ سے ان میں نقص پایا گیا اسی طرح عورتوں کو نماز باجماعت، نماز جمعہ وعیدین پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائیگی کیونکہ شرعی طور پر اس میں نقص ہے۔

۷۔ عسر وعموم بلوٰی: عسر کا مطلب ہے تنگی ودشواری اور عوم بلوٰی کا مطلب ہے ایسا ابتلاء عام جس سے بچنا دشوار ومشکل ہو جیسے معذور انسان کے جسم سے برابر نجاست خارج ہورہی ہو جب بھی وہ کپڑا دھوتا ہے نجاست نکل کر پھر لگ جاتی ہے ایسی حالت میں اس معذور کے لئے اسی کپڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے اسی طرح راستے کی کیچڑ اگر کپڑے یا پاؤں پر لگ جائے تو کپڑا یا پاؤں نجس نہیں ہونگے شریعت نے دشواری سے بچنے کے لئے یہ سہولت دی ہے اسکی روشنی میں اور بھی مسائل کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا ہر ایک اقسام میں ان کے درجے کے مطابق بہت سارے مسائل حل کئے اور لکھے جاسکتے ہیں مگر طوالت کیوجہ سے چندہی مثال پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

قاعدہ۔ العادۃ مُحکمۃٌ یعنی ''عادت'' حکم شرعی کی بنیاد ہے مطلب یہ ہے کہ جو چیز عرف وعادت کے اعتبار سے درست ہو شریعت اسے جائز قرار دیتی ہے اس قاعدہ کی بنیاد حضور اقدس ﷺ کی حدیث **ما راٰہُ المُسلِمُونَ حَسُناً فھُو عِندَ اللّٰہِ حَسُنٌ** ہے۔

عرف وعادت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دیدہ ودانستہ کسی کام کو بار بار کرتے کرتے اس منزل پر پہونچ جائے کہ بلا تکلف اُس سے وہ کام صادر ہونے

لگے اور اسکی تین قسمیں ہیں۔(۱) عرف عام (۲) عرف خاص (۳) عرف شرع جیسا کہ صاحب الاشباہ و النظائر نے تحریر فرمایا ہے۔

عرف وعادت کے اعتبار کا بیان

عرف وعادت کو فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے بڑی اہمیت دی ہے اس لئے فقہ کے بہت سارے مسائل واحکام کا دارومدار ان پر ہے مفتیان کرام کو ان سے واقفیت ضروری ہے تاکہ مسائل کے احکام بیان کرنے میں غلطیوں کا شکار نہ ہوسکیں۔ عرف وعادت وہی قابل اعتبار ہیں جب ان کا استعمال عرف و عادت میں غالب ہوگیا ہو شرح بیری مبسوط میں ہے جو چیز عرف اور عادت کے ذریعہ ثابت ہوجائے وہ ایسی ہے جیسے نص شرعی سے ثابت ہو۔ اور صاحب ردالمحتار نے اسطرح بیان فرمایا کہ ان معاملات میں جہاں نص شرعی موجود نہ ہو عرف وعادت ہی شرعی حجت ہیں یہ واضح ہوجانے کے بعد درج ذیل اُن صورتوں کو بیان کیا جاتا ہے جن میں عرف وعادت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

(۱) عرف وعادت کا اعتبار اسوقت ہے جب وہ عام اور غالب ہو جب تک عام لوگوں میں اسکا رواج عام نہ ہوجائے اسکو حکم شرعی کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے جیسے کسی ملک یا شہر میں مختلف قسم کے سِکّے چل رہے ہوں جن کا غالب چلن وہاں کی عرف وعادت ہو اسی کا شرعی طور پر اعتبار کیا جائیگا۔

(۲) عرف وعادت کا جب عام رواج ہوجائے تو وہ شرط کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں جیسا کہ فتاوٰی ظہیریہ اجارہ کی بحث میں المعرُوفُ عُرفاً کالمَشرُوطِ شَرطاً اور بزازیہ میں المَشرُوطُ عُرفاًکالمَشرُوطِ شَرعاً جن سے عرف وعادت کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

(۳) اگر عرف وشرع میں تضاد ہو تو عرف الاستعمال کو مقدم رکھا جائیگا خاصکر قسم کے

مسائل میں جیسے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ فرش پر نہیں بیٹھے گا یا یہ قسم کھائی کہ وہ سراج سے روشنی حاصل نہیں کرے گا پھر وہ شخص زمین پر بیٹھا یا سورج سے روشنی حاصل کی تو ایسی صورت میں اسکی قسم نہیں ٹوٹے گی اگر چہ قرآن شریف میں زمین کو فرش اور سورج کو سراج کہا گیا ہے یہاں عرفی معنی ہی مراد لیا جائیگا اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا پھر اس نے مچھلی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔ کیونکہ عرف میں گوشت کا استعمال مچھلی میں نہیں ہوتا اگر چہ قرآن شریف میں مچھلی کے لئے **لحماً طریاً** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

(۴) عرف اور لغوی معنی میں تضاد ہو تو دیکھا جائے کہ عرف میں معتبر شرائط پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اگر پائی جاتی ہیں تو اس لفظ کو عرف ہی پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ صاحب زیلعی نے صراحت فرمایا **اِنَّ الاَیمانَ مَبْنِیۃٌ عَلیٰ العُرفِ لا عَلیٰ الحَقَائِقِ اللُّغْوِیۃ**۔ یعنی قسم کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے لغوی معنی پر نہیں جیسے کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو اسکی قسم اس روٹی کے کھانے سے ٹوٹے گی جو اس کے علاقہ میں بالعموم کھائی جاتی ہے جیسے یوپی، پنجاب میں گیہوں کی روٹی اگر ان علاقوں میں مروّج روٹی کے علاوہ کسی اور غلّہ کی روٹی کھائے گا تو اسکی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

(۵) اگر زمانہ کے بدلنے سے عرف وعادت تبدیل ہو جائیں اور نیا عرف وعادت بن جائے تو مفتیٔ وقت اس نئے عرف وعادت کا لحاظ کر کے حکم شرعی بیان کرے مگر اس کے لئے کم از کم یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ مسائل کی معرفت ان کے شرائط وقیود کے ساتھ رکھتا ہو اور زمانہ اور اہل زمانہ کے عرف وحالت سے کماحقہ واقف ہو اور کسی ماہر استاذ سے مسائل کے استخراج کا طریقہ بھی سیکھا ہو۔ شرح عقود رسم المفتیٰ ص ۴۶

قاعدہ۔ **ذِکرُ مَالا یَتجَزّیٰ کذِکرِ کُلِّہٖ**۔ یعنی ایسی چیز جس کی تجزی (جز) نہیں ہوتی اگر اس کے بعض کا ذکر کیا جائے تو ''کُل'' کے ذکر کرنیکی طرح ہے جیسے اگر کسی شخص

نے اپنی بیوی کو نصف طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہو گی اسی طرح اگر کسی نے نصف عورت کو طلاق دی تو ''کل'' کو طلاق ہو گی۔

ایک علمی خاکہ

مندرجہ ذیل الفاظ کو ''رموز'' سے تعبیر کی گئی ہے اور انکی مرادوں کی تعبیر ''اشارات'' سے کی گئی ہے۔

رموز	اشارات	سن وفات
محقق	حضرت علامہ کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر	۸۶۱ھ
ح	حضرت علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیہ	۹۵۶ھ
ش	''الشامی'' مصنفہ حضرت علامہ محمد امین بن عابدین الشامی صاحب ردالمحتار	۱۲۵۳ھ
ط	طحطاوی حاشیہ درمختار مصنفہ حضرت علامہ سید احمد الطحطاوی وحاشیہ مراقی الفلاح	۱۳۳۱ھ
در	الدرالمختار شرح تنویر الابصار مصنفہ حضرت علامہ محمد علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸ھ
درر	الدرر شرح غرر مصنفہ حضرت علامہ محمد بن فراموز (ملاّ خسرو)	۸۸۵ھ
بحر	البحر الرائق مصنفہ حضرت علامہ زین الدین بن نجیم	۹۷۰ھ
ہندیہ	الفتاوٰی الھندیہ (عالمگیری) مرتبہ عہد اورنگ زیب	۱۱۱۹ھ
نہر	النہر الفائق مصنفہ شیخ عمر سراج الدین (عمر بن نجیم مصری)	۱۰۰۵ھ
فتح	فتح القدیر مصنفہ حضرت علامہ حافظ کمال الدین بن ہمام	۸۶۱ھ
غنیہ	غنیہ المستملی مصنفہ حضرت علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶ھ
حلیہ	حلیۃ المحلّی مصنفہ محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹ھ
سیر	سیر الکبیر مصنفہ حضرت علامہ ابوبکر سرخسی	
کر	اصول حضرت علامہ امام کرخی	
ن	تاسیس النظر مصنفہ حضرت علامہ امام دبوسی	

ه ہدایہ مصنفہ حضرت علامہ ابوالحسن برھان الدین مرغینانی ۵۹۳ھ

ر منارالاصول مصنفہ حضرت علامہ حافظ الدین نسفی

ش الاشباہ والنظائر مصنفہ حضرت علامہ ابن نجیم مصری ۹۷۰ھ

رد ردالمحتار علیٰ درمختار مصنفہ حضرت علامہ محمد امین بن عابدین الشامی ۱۲۵۳ھ

ج جدالممتار علیٰ ردالمحتار مصنفہ حضرت امام احمد رضا بریلوی ۱۳۴۰ھ

چند ضروری مسائل

رسم المفتی کے اصول ومتعلقات کے علاوہ یہاں ایسے خاص شرعی مسائل پیش کئے جا رہے ہیں جن سے اکثر عوام ناواقف ہیں اور بعض خواص کی بھی ان مسائل کیطرف توجہ نہیں ہے جبکہ ان مسائل کی ضرورت ہر ایک کو ہے ہر عنوان کے تحت مخصوص ضروری مسائل ہی پیش کئے جائینگے دیگر مسائل اور دوسری کتابوں سے حاصل کئے جاسکتے ہیں اس لئے سب سے پہلے فقہائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے طریقے کو اپناتے ہوئے ''طہارت'' سے متعلق مخصوص شرعی مسائل پیش کئے جا رہے ہیں۔

طہارت کا بیان

مسئلہ: عام لوگ اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ وضو کے بعد ''منھ'' کپڑے سے پونچھنا نہیں چاہئے کیونکہ وضو کا ثواب جاتا رہتا ہے یہ محض غلط ہے ہاں بہتر ہے کہ بے ضرورت نہ پونچھے امیروں اور متکبروں کیطرح اس کی عادت نہ ڈالے اور پونچھے تو بے ضرورت بالکل خشک نہ کرے قدرے نمی باقی رہنے دے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اِنَّ الوضوءَ یُوزَنُ بہٖ یعنی پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے میں رکھا جائیگا۔

(فتاویٰ رضویہ ج۱ ص۲۵)

مسئلہ: آج اکثر لوگ ایک بالشت سے زیادہ مسواک استعمال کرتے ہیں

اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز ائمہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے اقوال نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ایک بالشت سے زیادہ مسواک پر شیطان سوار ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۲۸)

مسئلہ: خون یا پیپ ابھرا اور ڈھلکنے کے قابل نہ تھا اسے کپڑے سے پونچھ لیا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بار بار ایسا ہی ہوا وضو نہ ٹوٹے گا اور کپڑا پاک رہیگا ہاں اگر ایک ہی مجلس میں بار بار ابھرا اور پونچھ لیا اتنا کہ اگر چھوڑ دیا جاتا تو سب ملکر ڈھلک جاتا تو ایسی صورت میں وضو نہ رہا اور وہ کپڑا ناپاک ہوگیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۰)

مسئلہ: جسم کے کسی حصہ پر خون ابھرا اس پر مٹی ڈالدی پھرا ابھرا پھر ڈالی وضو نہ رہا کیونکہ ایک مجلس میں اتنا ابھرا مل کر بہہ جاتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۰)

مسئلہ: نجاست اگر فرج (عورت کی شرمگاہ مخصوصہ) کے اندرونی حصہ تک آکر رہ جائے تو وضو نہ جائیگا جب تک شرمگاہ کے کنارہ پر ظاہر نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۰)

مسئلہ: پائخانہ ڈھیلوں سے صاف کر کے وضو کر لیا اب یاد آگیا کہ پانی سے نہ کیا تھا ایسی صورت میں اگر پانی سے استنجاء اس مسنون طریقہ پر پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے دیکر کریگا تو وضو جاتا رہیگا اور ویسے ہی کریگا تو ہمارے نزدیک وضو نہ جائیگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۰)

مسئلہ: کعبہ شریف کا طواف کرنے کے لئے وضو کرنا واجب ہے (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۴۵)

مسئلہ: حالت احرام میں داڑھی کا خلال مکروہ ہے (الاشباہ والنظائر ص ۹۱)

مسئلہ: اگر ناپاک سرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی تو اسکا دھونا معاف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶۰)

مسئلہ: نجس چیز دوبارہ نجس ہو سکتی ہے لہٰذا اگر شراب پیشاب میں

پڑ جائے پھر سرکہ ہو جائے تو پاک نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۴۱)

مسئلہ: اندھے کی آنکھ سے جو پانی بہے وہ ناپاک اور وضو کو توڑنے والا بھی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۴۳)

مسئلہ: شرم گاہ کھلنے یا دیکھنے سے وضو جانا جو عوام کی زبان زد ہے اسکی کوئی اصل و بنیاد نہیں علمائے کرام نے شرمگاہ چھپانے کو آدابِ وضو میں شمار کیا ہے اگر کھلنے سے جاتا تو فرائض سے ہوتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۷۳)

مسئلہ: اگر معاذ اللہ کیڑے کی قے ہو جائے تو اس سے وضو نہ جائیگا اگرچہ منھ بھر ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۷۶)

مسئلہ: جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر سے کٹے ہوں اور چہرہ زخمی ہو تو ایسے شخص پر نماز فرض ہوتی ہے مگر اس کو نماز پڑھنے کے لئے نہ وضو کی ضرورت اور نہ ہی تیمّم کی ضرورت ہے۔ (درمختار مع شامی ج ا۔ص ۱۶۸)

مسئلہ: اگر ''عورت'' سجدہ کی حالت میں سو جائے تو وضو جاتا رہیگا اور مرد سو جائے تو وضو باقی رہیگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۸۰)

مسئلہ: اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے جبکہ ہوشیاری کا حصہ غالب ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۶۴)

مسئلہ: غشی و بیہوشی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ خود ناقِض وضو نہیں بلکہ ہوا وغیرہ کے نکلنے کے گمان کیوجہ سے ناقِض وضو ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۱۳۷)

مسئلہ: نیند کے سوا باقی اور وضو توڑنے والی چیزوں سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے حضرت علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا وضو کسی طرح نہیں جاتا ہے اور امام اہلسنت اعلحضرت محدّث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی تحقیق یہ ہے کہ نواقض حکیمہ

جیسے خواب، غشی سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا اور نواقض حقیقیہ جیسے پائخانہ، پیشاب سے انکی عظمت شان کیوجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۰۴)

مسئلہ: جو شخص کہ خروج ریاح کی بیماری کے نکلنے کے سبب معذور ہو اسکا وضو کسی طرح کی نیند سے نہیں ٹوٹتا۔ (درالمختار ج ا ص ۹۵)

مسئلہ: شوہر کی منی اگر عورت کی شرمگاہ مخصوصہ سے نکلے تو عورت پر وضو واجب ہوگا اسکی وجہ سے غسل واجب نہیں ہوگا (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۳۷)

مسئلہ: وضو میں نیت نہ کرنیکی عادت سے گنہگار ہوگا کیونکہ اس میں ''نیت'' سنت مئوکدہ ہے (یعنی جس چیز کی ادائیگی کے لئے وضو کر رہا ہے اس کی نیت)
(فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۹۲)

مسئلہ: بغل کھجلانے کی وجہ سے وضو شرعی مستحب ہے جبکہ اس میں بدبو ہو اور کوڑھی یا سفید داغ والے سے چھو جانے پر بھی تجدید وضو (نیا وضو) مستحب ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۹۲)

مسئلہ: نابالغ نہ کبھی بے وضو اور نہ ہی جنبی ہوتا ہے اُسے عادت ڈالنے اور ادب سکھانے کے لئے وضو اور غسل کا حکم دیا جاتا ہے اور نہ کسی حدث سے اسکا وضو ٹوٹتا ہے اور نہ جماع ہی سے اس پر غسل فرض ہوتا ہے (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۲۴۷)

مسئلہ: بے وضو شخص کو قرآن مجید چھونے کے لئے اگرچہ ایک ہی آیت ہو وضو کرنا فرض ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۲۹)

مسئلہ: آنکھ دکھنے میں جو آنسو بہتا ہے وہ ناپاک اور ناقض وضو ہے اس سے احتیاط ضروری ہے (بہار شریعت دوئم ص ۲۹)

مسئلہ: جنب یعنی جس پر غسل فرض ہے اس کے لئے غسل سے پہلے کھانے، پینے، سونے کے لئے نیز آذان واقامت خطبہ جمعہ وعیدین اور حضور ﷺ

کے روضۂ مبارکہ کی زیارت، وقوف عرفہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لئے وضو کر لینا سنت ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۲۲)

مسئلہ: اگر عورت کے آگے کے مقام سے خالص رطوبت خون کی ملاوٹ کے بغیر نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں اگر کپڑا میں لگ جائے تب بھی وہ پاک ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۲۴)

مسئلہ: مسلم میت کا دفن اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے دفن کرنیوالوں کو باوضو ہونا چاہیئے اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کر لے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۶۶۶)

مسئلہ: وضو کے بعد جس رومال سے اعضاء پوچھا ہو اس رومال پر نماز پڑھنا بہتر نہیں۔ (الاشباہ والنظائر ص ۱۶۹)

مسئلہ: مسلم میت کو جب تک غسل نہ دے لیا جائے اگر اسکا سارا بدن کپڑے سے ڈھکا نہ ہو تو اس کے پاس قرآن مجید کی تلاوت عام مشائخ کے نزدیک منع ہے اگر تلاوت کرنا چاہے تو میت کا سارا جسم چادر سے ڈھانک دیا جائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۶۶۳)

مسئلہ: اگر پانی پر قادر نہ ہو تو قبروں کی زیارت اور مریض کی مزاج پُرسی کے لئے تیمّم مستحب ہے ہاں اس تیمّم سے نماز نہ ہوگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۔ ص ۶۶۳)

مسئلہ: پانی کے نہ ہونے پر اگر کافر نے اسلام لانے کے لئے تیمّم کیا تو اس تیمّم سے نماز نہیں ہوگی بلکہ دوسرا تیمّم کرنا ضروری ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۶۶۲)

مسئلہ: اگر کسی حلال جانور کا بچہ ہوتے ہی اُسی تری کی حالت میں جو پیدائش کے وقت بدن پر ہوتی ہے کنویں یا لگن میں گر جائے اور وہ زندہ نکل آئے تو پانی پاک رہیگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۵۶۳)

مسئلہ: میت کے غسل میں ہاتھ دھونے کے بجائے پہلے چہرہ دھونے کا حکم ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ۱ ص ۴۸)

مسئلہ: رِحم کی "خالص رطوبت" پاک ہے اسکا حکم منھ، ناک وغیرہ کی رطوبت کا ہے یعنی جسطرح منھ، ناک کی رطوبت پاک ہے اسی طرح رحم کی رطوبت بھی پاک ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اِنَّ رَطُوبَةَ الفَرجِ طاهرةٌ عِندهُ۔
(فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۵۶۳)

مسئلہ: کنووں پر اکثر نابالغ بچے پانی بھرتے ہیں اگر ان سے وضو یا پانی پینے کے لئے لیا جائے تو یہ حرام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۴۳۴)

مسئلہ: ہمارے سب اماموں کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے مگر حدث سے پاک کرنے والا نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۲۷۳)

مسئلہ: تفسیر، حدیث، فقہ کی کتابوں میں جہاں آیت لکھی ہو خاص اس جگہ بے وضو ہاتھ لگانا حرام ہے بقیہ اور عبارتوں میں افضل یہ ہے کہ باوضو ہو۔
(فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۹۳)

مسئلہ: اگر شیر خوار بچے نے ماں کا دودھ پیا اور وہ معدہ میں جا کر منھ بھر دودھ باہر پلٹ آیا تو ناپاک ہے جس چیز پر بھی لگ جائے اس کو ناپاک کر دیگا۔
(بہار شریعت دوئم ص ۲۹)

مسئلہ: یہ یاد ہے کہ کوئی عضو دھونے سے رہ گیا ہے مگر معلوم نہیں کہ کونسا عضو تھا تو بایاں پاؤں دھولے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۳۰)

مسئلہ: اگر کسی نے میانی میں تری دیکھی مگر یہ نہیں معلوم کہ پانی ہے یا پیشاب؟ تو اگر زندگی کا یہ پہلا واقعہ ہے تو وضو کرلے اور اس جگہ کو دھولے اگر اس کو اکثر ایسے شبہے ہوتے ہیں تو اسکی طرف توجہ نہ کرے یہ شیطانی وسوسہ ہے۔
(بہار شریعت دوئم ص ۳۰)

مسئلہ: ہر جانور کا پِتّہ اس کے پیشاب کے حکم میں ہے جیسے آدمی کا پتّہ

نجاست غلیظہ ہے اور گھوڑے، گائے، بھینس کا پتہ نجاست خفیفہ (فتاویٰ رضویہ ج اص ۷۶)

نجاست کا بیان

مسئلہ: ہر جانور کی قے اسکی بیٹ کا حکم رکھتی ہے یعنی جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا، کبوتر اسکی قے بھی پاک ہے اور جس کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے جیسے باز، کوّا اسکی قے بھی نجاست خفیفہ ہے اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بطخ، مرغی، اسکی قے بھی نجاست غلیظہ ہے "قے" سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے۔ جو پوٹے سے باہر نکلے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۰)

مسئلہ: جوتے پر اگر پیشاب پڑ گیا اور اس پر مٹی جم گئی تو ایسی چیز کے ملنے سے جس سے اسکا اثر ختم ہو جائے پاک ہو جائیگا ورنہ بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۳)

مسئلہ: چوہے کی مینگنی اگر چاول، کھچڑی، روٹی وغیرہ کھانیکی چیزوں میں نکلے اسے پھینک کر وہ چیزیں کھالی جائیں بشرطیکہ اسکا رنگ یا بو یا مزہ ان میں نہ آ گیا ہو اور اگر چونے میں نکلے اور وہ چونا جما ہوا ہے تو اس کے قریب کا حصہ پھینک کر باقی استعمال میں لائیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے بچنا چاہئے (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۴)

مسئلہ: موم بتی اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ صرف مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہیں چاہئے اور اگر کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس لایا اور کہا کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں اسکا لینا حرام ہے یہی حال وہابیوں کے ذبیحہ کی چربی کا ہے کہ اس کا استعمال جائز نہیں (احکام شریعت سوم ص ۱۰۱)

مسئلہ: زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہو سکتا ہے بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے انھیں واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو اتنا مال صدقہ کر دے بغیر اس کے گناہ سے چھٹکارا نہیں اور ایسے

شخص کے یہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا، کھانا، کھانا، جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اس سے دے اسکا بعینہٖ مال حرام ہونا معلوم نہ ہو۔ (احکام شریعت سوم ص۱۱۲)

مسئلہ: چھت پر کتنی ہی نجاستیں پڑی ہوں یا پرنالہ ہی میں ہوں اور بارش کا پانی چھت سے بہتا اُس پرنالہ سے گذرتا ہوا گراوہ پانی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے اس کے رنگ یا مزہ یا بو میں فرق نہ آئے یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۱ ص۳۹۸)

مسئلہ: میت کے منھ سے جو پانی نکلتا ہے وہ ناپاک ہے۔ (فتاوی رضویہ ج۱ ص۳۶)

مسئلہ: وضو کے بعد اگر میت کے بدن سے نجاست نکلی تو وضو کی دوبارہ حاجت نہیں ہے۔ (ردالمحتار اول ص۹۱)

مسئلہ: شہید فقہی (جس سے غسل نہیں دیا جاتا) کا خون جب تک اس کے بدن سے جدا نہ ہو جائے پاک ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص۹۷)

مسئلہ: کھٹمل اور مچھر کا خون پاک ہے۔ جس چیز پر بھی لگ جائے اس کا دھونا ضروری نہیں۔ (بہار شریعت دوئم ص۹۹)

مسئلہ: اگر کسی نے بھیگے ہوئے پاؤں ناپاک زمین یا ناپاک بچھونے پر رکھے تو "پاؤں" ناپاک نہ ہونگے اگرچہ پاؤں کی تری کا دھبہ اس پر محسوس ہو ہاں اگر اس زمین یا بچھونے کو اتنی تری پہونچی کہ اسکی تری پاؤں کو لگی تو پاؤں ناپاک ہو جائینگے۔ (بہار شریعت دوئم ص۱۰۰)

مسئلہ: جس جگہ کو گوبر سے لیسا اور وہ سوکھ گئی بھیگا کپڑا اس پر رکھنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک کپڑے کی تری اُسے اتنی نہ پہونچے کہ اس سے چھوٹ کر کپڑے کو لگے۔ (بہار شریعت دوئم ص۱۰۰)

مسئلہ: اگر "کتا" بدن یا کپڑے سے چھو جائے تو اگر چہ اسکا جسم تر ہو بدن اور کپڑے پاک ہیں ہاں اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اُتنے حصے کو ناپاک کر دے گا۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۰۱)

مسئلہ: سیپ کا چونا حرام ہے۔ جس بھی چیز پر وہ چونا لگا ہو اس کا کھانا حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ ج اص ۷۰۱)

مسئلہ: مٹی کا زیادہ کھانا حرام ہے کیونکہ یہ نقصان دہ ہے ہاں خاکِ شفاء سے تبرک کے طور پر کچھ چکھ لینا جائز ہے جیسے پان میں چونا۔ (فتاوی رضویہ ج اص ۶۹۶)

مسئلہ: کافر کا مردہ نجس العین ہے ہزاروں مرتبہ دریا میں اسے نہلایا جائے وہ پاک نہیں ہو سکتا اگر اس کا بال دہ در دہ (دس ہاتھ چوڑا دس ہاتھ لمبا) سے کم پانی میں پڑ جائے پیشاب کی طرح سب کو ناپاک کر دیگا۔ (فتاوی رضویہ ج اص ۶۱۲)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے نجاست کو دودھ، گھی، تیل، سے دھویا تو نجاست پاک نہ ہو گی۔ (فتاوی رضویہ ج اص ۴۸۶)

مسئلہ: ہر جانور کی "جگالی" اس کے گوبر و مینگنی کے حکم میں ہے ہاں جلالہ یعنی وہ حلال جانور جو نجاست کھاتا ہو اس کی جگالی نجاست غلیظہ ہے۔ (فتاوی رضویہ ج اص ۶۸)

مسئلہ: پانی کا کُتا اور پانی کا سور اگر تھوڑے پانی میں مر جائے تو پانی نجس نہیں ہو گا۔ (بحر الرائق ج اص ۶۰)

مسئلہ: ہر پائخانہ و پیشاب ناپاک ہیں سوائے چمگادڑ کے پائخانہ و پیشاب کے جیسا کہ "بولُ الخفاشِ و خرءِ ها لَيس بنجسٍ لتعذّرِ صیانة الثّوب والاوَانِی عنھا لا نّھا تَبولُ مِنَ الھَواء" کی عبارت سے ظاہر ہے۔ (ردالمحتار ج اص ۲۱۲)

مسئلہ: ریشم کے کیڑے کی بیٹ اور اسکا پانی پاک ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱)

مسئلہ: جس کپڑے پر پیشاب کی باریک چھینٹیں سوئی کی نوک کے مثل پڑگئیں وہ کپڑا ناپاک نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ تھوڑے پانی میں پڑ جائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا۔ (بہار شریعت دوئم ص ۵۰)

مسئلہ: شہید کا خون خود اس کے لئے پاک ہے اور دوسرے کے لئے ناپاک ہے (الاشباہ والنظائر ص ۸۶)

مسئلہ: دہ در دہ کنواں یا حوض یا اس سے زیادہ پانی ہو تو نجاست کا اثر ظاہر ہونے پر نجس ہوگا۔ (نور الایضاح)

مسئلہ: جو "خون" زخم سے بہا نہ ہو وہ پاک ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۹۹)

مسئلہ: اگر نماز اس حال میں پڑھی کہ اس کی جیب وغیرہ میں شیشی اور اس میں پیشاب یا خون ہے تو نماز نہ ہوگی۔ (بہار شریعت دوئم ص ۹۹)

مسئلہ: حرام جانور کا دودھ ناپاک ہے۔ البتہ گھوڑی کا دودھ پاک ہے مگر کھانا جائز نہیں ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۰۰)

مسئلہ: راستہ کی کیچڑ پاک ہے جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو اگر وہ پاؤں یا کپڑے میں لگی اور بے دھوئے نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی۔ مگر دھو لینا بہتر ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۰۱)

مسئلہ: اگر کسی چیز پر مردار کی چربی لگ جائے تو جب تک اس کی چکنائی دور نہ کی جائے پاک نہ ہوگی۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۰۴)

ماء مستعمل و غیر مستعمل کا بیان

ماء مستعمل: وہ پانی جو وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا یا بدن کے کسی حصے میں ثواب کی نیت سے استعمال کیا گیا پانی مستعمل ہو گیا گویا کہ اس پانی سے انسان

کے گناہ دھونا ہے گناہ ہونے کی نجاست حکمیہ اس کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج اص ۲۶۳)

مسئلہ: مستعمل پانی پاک ہے اس سے کپڑا وغیرہ دھویا جاسکتا ہے مگر اس سے وضو نہیں ہوسکتا اور اس کا پینا یا اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج اص ۲۹۱)

مسئلہ: حضور اقدس نور مجسم ﷺ کے وضو بلکہ غسل جنابت کا پانی ہمارے حق میں پاک اور پاک کرنیوالا ہے اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بھی۔
(فتاوٰی رضویہ ج اص ۲۷۹)

مسئلہ: بے وضو شخص یا وہ جس پر غسل واجب ہے کنویں میں گھس جائے پانی مستعمل ہو جائے گا اس کے پاک کرنے کے لئے بیس ڈول نکالے جائینگے۔
(فتاوٰی رضویہ ج اص ۳۳۸)

مسئلہ: جو پانی سرکار کائنات ﷺ کی مبارک انگلیوں سے نکلا وہ پانی دنیا کے تمام پانیوں سے افضل ہے۔ (الاشباہ والنظائر ص ۳۹۴)

مسئلہ: اگر گرمی کے سبب عبادت یا کتاب کے مطالعہ میں دل نہیں لگتا ہے تو اُس نیت سے ٹھنڈک پہونچانے کے لئے نہایا یا ہاتھ، منہ وغیرہ دھویا قربت ضرور ہے۔ مگر وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا اگر باوضو تھا (فتاوٰی رضویہ ج اص ۲۶۷)

مسئلہ: بدن ستھرا رکھنا میل دور کرنا شریعت میں مقصود ہے کہ مذہب اسلام کی بنیاد ستھرائی پر ہے اس نیت سے باوضو شخص بدن دھویا تو قربت ضرور ہے مگر وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا۔ص ۲۶۷)

مسئلہ: بے وضو نابالغ کا ہاتھ پانی میں ڈوب جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اس سے وضو جائز ہے ہاں اگر اس میں نجاست کا شک ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس

سے وضونہ کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۲۷۲)

مسئلہ: بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہاں تک کہ چوتھائی سر کو پانی لگ گیا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۲۸۳)

مسئلہ: بے ضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا ہاں ضرورت سے زیادہ زاید مستعمل کردیگا اور ضرورت سے ہاتھ ڈالا پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کرلی تو پانی مستعمل ہو گیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۲۹)

مسئلہ: ''جنب''، یعنی جس پر غسل فرض ہے اس نے دس کنوؤں میں نہانے کے لئے غوطہ لگایا تو ایسی صورت میں پہلے تین کنوؤں کا پانی مستعمل ہو گیا کیونکہ تین بار پانی ڈالنا سنت ہے چوتھے کنویں سے آخر تک مستعمل پانی کا حکم نہ ہوگا مگر اس حالت میں کہ قربت کے قصد سے نہانے کی نیت کرے یا تیسرے کنویں سے نکلنے کے بعد حدث واقع ہو جائے۔ اور جنب کے جتنے بدن کے حصے پر پانی گذر گیا اتنا حصہ پاک ہو گیا یہاں تک اگر غوطے میں تمام بدن پر پانی گذر گیا اور کلی کرلی ناک میں پانی پہونچا دیا تو اس کا غسل ہو گیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۲۶۷)

مسئلہ: حیض ونفاس ابھی ختم نہیں ہوئے اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے وہ پانی بدستور وضو کے لائق رہیگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۲۶۳)

مسئلہ: جس پانی میں مینڈک یا کوئی دوسرا پانی کا جانور مرا ہوا اور اس کے اجزاء پانی میں ملے ہوں تو اس سے وضو کرنا جائز ہے مگر اس کا پینا حرام ہے۔

(الاشباہ والنظائر ص ۳۹۴)

مسئلہ: کنویں میں ڈول گر گیا اور اس کے نکالنے کے لئے آدمی بغیر نہائے گھسا پانی خراب نہ ہوگا جبکہ اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست نہ ہو اور نہ حدث

دور کرنے کی نیت کی ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۔ص ۲۹۲)

مسئلہ: کنویں میں وضو یا غسل کا پانی کتنا ہی ڈال دیا جائے اگر اس میں کچھ نجاست نہ ہو کنواں پاک تو رہیگا ہی مستعمل پانی بھی نہ ہوگا۔ جب تک مستعمل کنویں کے پانی سے مقدار میں زیادہ نہ ہو اس صورت میں اس سے ایک ڈول بھی نکال نے کی حاجت نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ص ۳۰۱)

مسئلہ: چلّو میں پانی لینے کے بعد حدث ہوا وہ پانی بے کار ہو گیا کسی عضو کے دھونے کے کام میں نہیں آسکتا۔ (بہار شریعت دوئم ص ۲۹)

مسئلہ: اگر ضرورت پڑنے پر ہاتھ پانی میں ڈالا جیسے پانی بڑے برتن میں ہے کہ اسے جھکایا نہیں جاسکتا نہ کوئی چھوٹا برتن ہے کہ اس سے نکالا جائے تو ایسی صورت میں ہاتھ ڈال کر اس سے پانی نکالے یا کنویں میں رسّی، ڈول گر گیا اور بے گھسے نہیں نکل سکتا اور پانی بھی نہیں کہ ہاتھ پاؤں دھو کر گھسے تو اس صورت میں پاؤں ڈال کر ڈول، رسّی نکالے گا تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (بہار شریعت دوئم ص ۴۹)

استنجاء کا بیان

مسئلہ: پیشاب کے بعد مرد پر استبراء واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا جس سے اطمینان ہو جائے جیسے کھنکارنا، ٹہلنا وغیرہ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ص ۱۳۶)

مسئلہ: پیشاب، پائخانہ کی جگہ میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمانوں کا منھ قرآن عظیم کے پڑھنے کا راستہ ہے وہ اس سے ذکر الٰہی کرتا ہے اسکا تھوک ناپاک جگہ ڈالنا فضول ہے۔ البتہ دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اس پر تھوکنے میں حرج نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲ص ۱۸۶)

مسئلہ: بچّے کو پائخانہ یا پیشاب کرانیوالے کے لئے مکروہ ہے کہ اس بچّے کا منھ قبلہ کی جانب ہو اس میں کرانے والا گنہگار ہوگا۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۱۲)

مسئلہ: بلا عذر شرعی کھڑے ہوکر یا لیٹ کر یا ننگے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ ہے نیز ننگے سر پائخانہ یا پیشاب کے لئے جانا اپنے ساتھ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دعا یا اللہ اور رسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو ممنوع ہے۔ اسی طرح پائخانہ، پیشاب کی حالت میں کلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ (بہار شریعت دوئم۔ ص ۱۱۲)

مسئلہ: پائخانہ میں دیر تک نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر کا مرض ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور پیشاب میں نہ تھوکے نہ ہی ناک صاف کرے۔ نہ بلا ضرورت کھنکارے نہ بار بار اُدھر دیکھے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۱۲)

مسئلہ: کنکر، پتھر، پھٹا ہوا کپڑا یہ سب ڈھیلے کے حکم میں ہیں ان سے بھی استنجاء کر لینا بلا کراہت جائز ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۱۴)

مسئلہ: کاغذ سے استنجاء کرنا منع ہے اگر چہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابو جہل جیسے کافر کا نام لکھا ہو اس سے بھی استنجا کرنا منع ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۱۱۴)

حیض کا بیان

مسئلہ: حیض والی عورت کے لئے مستحب ہے کہ حیض سے فارغ ہونے کے بعد جب غسل کرے تو کسی پرانے کپڑے سے شرمگاہ مخصوصہ کے اندرونی حصّہ سے خون کا اثر صاف کر لے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۶۰)

مسئلہ: کچھ لوگ لاعلمی کی وجہ سے حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع کر لیتے ہیں یہ حرام ہے قاعدہ کلیہ ہے کہ ناف کے نیچے سے زانو تک عورت کے بدن سے بے کسی ایسے حائل کے جس کے سبب عورت کے جسم کی گرمی اس جسم کو نہ پہونچے یہاں تک کہ اتنے بدن کے حصّہ پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اتنے حصے کا چھونا بھی جائز نہیں ہاں اگر شوہر فائدہ اٹھانا چاہے تو اس سے اوپر، نیچے کے جسم سے مطلقاً اٹھا سکتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۔ ص ۲۱)

مسئلہ: اگر شوہر حیض یا نفاس والی سے جماع کر لے تو اس گناہ کے کفارہ کی چند صورتیں ہیں کہ اگر حیض کے ابتدائی زمانہ میں جماع کرلیا ہے تو ایک دینار یا اس کی قیمت اور حیض کے آخری دنوں میں کرلیا ہے تو آدھا دینار یا اس کی قیمت صدقہ کر دے اور توبہ بھی کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۲ ص۲۲)

مسئلہ: اگر عورت کے پیٹ سے سانپ یا کوئی اور جانور پیدا ہوا تو اس کا خون "نفاس" نہیں بلکہ "حیض" ہے کیونکہ اس کا بچہ ہی نہیں بلکہ یہ خراب غذا ہے اسی لئے اس پر نہ نماز جنازہ ہے اور نہ ہی دیگر انسانی احکام۔ (ردالمحتار بحوالہ تفسیر نعیمی ج۲ ص۴۰۶)

مسئلہ: اگر حیض و نفاس والی عورت پانچوں کلمے پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے اگرچہ ان میں بعض کلمات قرآنی ہیں کیونکہ وہ ذکر و ثنا ہیں ان کے پڑھنے میں ذکر ہی کی نیت ہوتی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۲ ص۲۶)

مسئلہ: حیض والی عورت دل میں اس طرح کہ زبان حرکت نہ کرے محض تصور میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اور زبان سے قرآن مجید کی تلاوت جنابت کی حالت میں بھی جائز نہیں۔ اگرچہ آہستہ ہو اور درود شریف کلّی کرنے کے بعد پڑھ سکتی ہے۔ اور سلام کا جواب بھی دے سکتی ہے، بہتر یہ ہے کہ تیمّم کے بعد ہو اور یہ تمام حکم جنبی مرد (وہ مرد جس پر غسل فرض ہو) پر بھی ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج۲۔ ص۳۴)

مسئلہ: اگر پچپن سال کی عمر کے بعد عورت کو خالص خون آئے جیسا پہلے آتا تھا ویسا ہی آئے تو حیض ہی ہے۔ (درمختار مع شامی ج۱ ص۲۰۲)

مسئلہ: اگر حیض والی عورت آیت سجدہ سن لے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج۱ ص۳۶)

مسئلہ: کم از کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر حیض آنے کی پچپن سال کی ہے اس عمر والی عورت کو "آئسہ" اور اس عمر کو "سنِ ایاس" کہتے ہیں۔ (بہار شریعت دوئم ص۸۲)

مسئلہ: جس عورت کو دس دن خون آیا اس کے سال بھر تک پاک رہی پھر برابر خون جاری رہا تو وہ اس زمانہ میں نماز، روزہ کے لئے ہر مہینہ میں دس دن حیض کے سمجھے اور بیس دن استحاضہ کے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۸۳)

نماز کا بیان

سب سے پہلے فجر کی نماز حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، ظہر کی نماز حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، عصر کی نماز حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، مغرب کی نماز حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، اور عشاء کی نماز حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ادا کی امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۱۷۵)

مسئلہ: نماز میں دونوں سجدے باجماع امت فرض ہیں اس میں کسی عالم کا اختلاف نہیں کہ قوی وراجح بتایا جائے اسکا انکار کرنیوالا اجماع امت کا منکر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۷۳)

مسئلہ: صرف ایک جبّہ پہن کر نماز پڑھی جس سے رکوع وسجود وغیرہ کسی حالت میں زانو کا حصہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کچھ حرج نہیں ایسے ہی اگر جبّہ کا گریبان اتنا کشادہ ہے کہ اس کے اندر سے اپنی شرمگاہ تک نظر جا پہونچی پھر بھی کوئی حرج نہیں ہاں نماز اور وضو کی حالت میں قصداً شرمگاہ کا دیکھنا مکروہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۷۳)

مسئلہ: شوہر نے اپنی عورت کو طلاق رجعی دی تھی اور یہ نماز پڑھ رہا تھا اتفاقی طور پر طلاق شدہ عورت کی شرمگاہ مخصوصہ پر اسکی نظر شہوت کے ساتھ جا پہونچی "رجعت" ہوگئی اور نماز و وضو میں کچھ خلل نہیں ہاں قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۷۳)

مسئلہ: اگر نماز میں سورۃ فاتحہ یا کوئی اور سورۃ پڑھی اور قرأت کی نیت

نہیں کی بلکہ دعا وثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہو جائیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۴۴۸)

مسئلہ: عرفہ کے دن مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دو فرض نمازوں کو ایک ہی آذان اور ایک ہی اقامت سے پڑھنے کا حکم ہے بخلاف عرفہ کے دن میدان عرفات میں ظہر و عصر کی دو فرض نمازوں کو ایک آذان اور دو اقامت سے پڑھنے کا حکم ہے۔ (درمختار مع شامی ج ۲ ص ۱۷۳)

مسئلہ: فرض، واجب اور قریب واجب مثال کے طور پر ظہر کی فرض، وتر، فجر کی سنت چلتی ٹرین پر نہیں پڑھ سکتے ہیں ہاں اگر ٹرین ٹھہرے اور نماز کا وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے پھر ٹھہرنے کے بعد لوٹائے اور جانور کی سواری پر بلا عذر شرعی نماز جائز نہیں اگرچہ وہ کھڑا ہو کیونکہ جانور زمین کے تابع نہیں بخلاف کشتی کے اگر وہ پانی پر ٹھہری ہو اور زمین کے کنارہ نہ ہو تو ایسی صورت میں نماز جائز ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۴)

مسئلہ: ثنا یعنی "سبحانك اللّٰهم و بحمدِكَ و تبارَكَ اسمك و تعالىٰ جدّك وَلا اِلٰهَ غيرُكَ" اسی وقت پڑھا جائیگا کہ "امام" قرأت آواز سے نہ شروع کی ہو جب اس نے جہری قرأت شروع کردی اب مقتدی کا خاموش ہو کر سننا فرض ہے اور جو کہا جاتا ہے کہ امام کی ٹھہرنیکی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہکر پورا کرے ضعیف و غیر مختار ہے اور جو کہے کہ ایسا ہر نماز میں کیا جاسکتا ہے مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اسکی اپنی ایجاد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۶۱)

مسئلہ: عرفہ کے دن مزدلفہ میں حاجیوں کو مغرب کی نماز اسی کے وقت پڑھنا گناہ ہے۔ (بہار شریعت ششم ص ۹۶)

مسئلہ: جو شخص وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق و فاجر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اسکا وظیفہ اس کے منھ پر مار دیا جائیگا ایسے ہی کے بارے میں حدیث

شریف میں فرمایا گیا ہے۔ رُبَّ تالِی القرآن والقرآن یلعنہٗ، بہترے قرآن پڑھنے والوں پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۸۲)

مسئلہ: اگر کوئی شخص علمائے دیوبند کی گمرہی و کفری باتوں پر مطلع ہوکر انھیں اہل حق جانتا ہو وہ خود اس کے مثل گمراہ و بد دین ہے اس کے پیچھے نماز کی اجازت نہیں اگر لاعلمی میں پڑھ لی گئی ہو اطلاع ہو جانے پر نماز کا لوٹانا واجب ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۱۹۸)

مسئلہ: سود خور، رشوت خور، جھوٹی گناہی دینے والا اور جان بوجھ کر بلا عذر شرعی بعض وقت کی نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا لوٹا واجب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۲)

مسئلہ: اگر عورت اپنے شوہر کے پیچھے اسطرح کھڑی ہے کہ اسکی پنڈلی مرد کی پنڈلی یا کسی عضو کے برابر نہیں تو اقتداء صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہو جائیگی اور اگر برابر ہے کہ نہ بیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے اور عورت کی پنڈلی مرد کی پنڈلی یا اس کے کسی عضو کے برابر ہے تو ایسی صورت میں اگر مرد نے اسکی امامت کی نیت نہیں کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد اور اگر مرد نے تکبیر تحریمہ کے وقت عورت کی امامت کی نیت کی تھی تو مرد و عورت دونوں کی نماز گئی۔ (نہیں ہوگی) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۱۹۳)

مسئلہ: "نفل نماز" مسافر نے سواری پر جان بوجھ کر قبلہ کی طرف نہیں پڑھی بلکہ جس رخ کو سواری جا رہی تھی اسی طرف پڑھی تو اس صورت میں نماز ہوگئی کہ سفر میں نفل نماز کے لئے استقبال قبلہ شرط نہیں۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۰)

مسئلہ: نمازی کو حدث کا گمان ہوا تو اس نے قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر لیا پھر اسے اپنے گمان کی غلطی ظاہر ہوئی اس صورت میں اگر مسجد سے خارج نہ ہوا تو

سینہ چھپنے پر نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (درمختار مع شامی ج ۱ص ۴۲۱)

مسئلہ: بدن پر ایک درہم سے زیادہ نجاست غلیظہ لگی ہوئی ہے مگر ایسی کوئی چیز نہیں پاتا ہے کہ جس سے نجاست دور کرے تو اسی حالت میں نماز پڑھنے سے ہو جائیگی۔ (شرح وقایہ ج ۱ص ۱۳۷)

مسئلہ: کشتی یا بحری جہاز میں سر چکرانے کے خوف سے رکوع و سجود اور قیام پر قدرت کے باوجود فرض نماز بیٹھکر پڑھنا جائز ہے۔ (الاشباہ والنظائر ص ۷۹)

مسئلہ: اگر کسی نے شہر میں جمعہ کی نماز ہونے سے پہلے بلا عذر شرعی ظہر کی فرض نماز پڑھ لی تو اگرچہ وہ گنہگار رہا مگر اسکی نماز ہوگئی پھر وہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے چلا تو اسکی پڑھی ہوئی نماز باطل ہوگئی۔ (غنیہ ص ۵۲۱)

مسئلہ: ایک رکن میں تین بار کھجلانے سے نماز جاتی رہتی ہے یعنی اسطرح کہ کھجا کر ہاتھ ہٹالیا پھر کھجایا پھر ہٹایا اسی طرح تین بار کیا اور اگر ایک مرتبہ ہاتھ رکھ کر کئی بار حرکت دی تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجلانا کہا جائیگا۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ص ۹۷)

مسئلہ: اگر چشمہ کا فریم سونا یا چاندی کا ہو یا اس کے سبب سجدہ میں ناک ہڈی تک نہ دبتی ہو تو ان صورتوں میں چشمہ لگا کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ص ۴۲۷)

مسئلہ: اگر کوئی شخص درد یا مصیبت کی وجہ سے روئے تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اور جنت یا جہنم کے ذکر سے روئے تو اسکی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (فتاوی عالمگیری ج ۱ص ۹۴)

مسئلہ: اوقات مکروہہ میں قضا نماز ناجائز ہے اور اگر قضا شروع کر لی تو واجب ہے کہ توڑ دے اور وقت غیر مکروہ میں پڑھے اور اگر توڑی نہیں اور پڑھ لی تو فرض ساقط ہو جائے گا مگر گنہگار ہوگا۔ (بہار شریعت حصہ سوئم ص ۲۱)

مسئلہ: جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر معاذ اللہ خاتمہ

کے بُرا ہونیکا خوف ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوئم ص ۳۶)

مسئلہ: مرد کو اور کپڑا کے ہوتے ہوئے ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے اس میں نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ (بہار شریعت سوئم ص ۴۵)

مسئلہ: اگر کسی نے وضو سے پہلے جس وقت کی نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت کی اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ باندھ کر تمام چیزوں کو پوری کیا تو نماز ہو جائیگی کہ وضو ''فاصل اجنبی'' نہیں۔ (بہار شریعت سوئم ص ۵۳)

مسئلہ: مرد نماز میں تھا اگر عورت نے اسکا بوسہ لیا جس سے مرد کو شہوت پیدا ہوئی تو نماز جاتی رہی اگر چہ یہ اسکا اپنا فعل نہ تھا اور عورت نماز پڑھتی ہوا گر مرد بوسہ لے جس سے عورت کو شہوت پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۷۵)

مسئلہ: دوسری جماعت فقط جائز ہے اس کے لئے سنتیں نہ چھوڑے اصل جماعت پہلی ہے۔ (احکام شریعت دوئم ص ۱۰۱)

مسئلہ: مزدلفہ میں حاجیوں کو فجر کی نماز اور عورتوں کو ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار مع شامی ج ا ص ۲۴۵)

مسئلہ: امام کی شرعی کمی کیوجہ سے مقتدی اگر ناراض ہو تو اس امام کی نماز قبول نہیں ہوتی یعنی امام کے اندر اگر چند شرعی کمیاں ہوں جیسے جھوٹی گواہی ریا کاری وغیرہ تو ان صورتوں میں امام کی نماز قبول نہیں ہوگی چہ جائیکہ بارگاہ رب العزت تک اسکی رسائی ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۲)

مسئلہ: اگر استنجاء صرف پانی سے کیا تو اس سے سنت کی ادائیگی نہیں ہوتی لیکن ایسے کرنیوالوں کو اگر اطمینان ہو جاتا ہے تو امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۰۲)

مسئلہ: زبان سے سہواً جس سورۃ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم

ہو گیا مقدم ہویا مؤخر یا مکرر ہاں قصداً ترتیب کا بدلنا گناہ ہے اگر چہ نماز ہو جائیگی۔
(احکام شریعت دوئم ص ۴۷)

مسئلہ: نماز کے بعد پورا مُصلّٰی لپیٹ دینا بہتر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے مامن فراشٍ یکونُ مفرُوشاً لاینام علیہ احدٌ الّا نام علیہ الشیطانُ یعنی جہاں کوئی بچھونا ہو جس پر سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۷۵)

مسئلہ: ''اندھا'' اگر تمام حاضرین میں سب سے زیادہ نماز کے مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا صحیح القرأت، صحیح العقیدہ، غیر فاسق معلن جماعت میں حاضر ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ نماز کا علم رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۰۷)

مسئلہ: ولدالزنا کا بیٹا جو نکاح صحیح سے پیدا ہوا ہو وہ ولدالزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کوئی کراہت نہیں ہاں اگر جماعت کے لوگ اس سے نفرت کریں اور اس کے سبب جماعت کی کمی ہو تو اُسے امام نہ بنایا جائے اگر چہ وہ خود بے قصور ہے جیسے برص، جذام یعنی سفید داغ، کوڑھ والے کی امامت مکروہ ہے جبکہ اہل جماعت کی نفرت کا باعث ہو اگر چہ مرض میں اس کا کیا قصور ہے؟ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۲۲)

مسئلہ: اگر کسی کو غسل کی حاجت ہے وہ اگر اس وقت کرتا ہے تو تنگئ وقت کی وجہ سے نماز قضاء ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر لوٹائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۳۷۱)

مسئلہ: اگر کعبہ شریف کے اندر جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی پیٹھ کیطرف مقتدی کو پیٹھ کرنا جائز ہے۔ (قدوری باب الصلوٰۃ فی الکعبہ)

مسئلہ: حالت نماز میں امام کے قریب جانکار متقی لوگ ہوں اور ان کو چاہئے کہ پہلے آئیں تاکہ سب سے اول جگہ پائیں اگر دوسری قسم کے لوگ پہلے

آ گئے تو انھیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لئے جگہ خالی کردیں انھیں ہٹانیکی کوئی وجہ نہیں خاص کر جبکہ فتنہ کا سبب ہو اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہئے تا کہ سختی سے ضد نہ بڑھے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳۔ص ۳۷۲)

مسئلہ: اگر کعبہ شریف کی عمارت کے اندر یا اسکی چھت پر نماز پڑھے تو جس طرف چاہے متوجہ ہو کر نماز پڑھے جائز ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ا ص ۵۹)

مسئلہ: فرض نماز میں اگر فرض کی نیت کرے مگر یہ نہ جانے کہ فرض کسے کہتے ہیں؟ تو فرض نماز نہ ہوگی کہ فرض نماز میں ''نیت فرض'' بھی ضروری تھی جب وہ فرض کے معنی سے غافل ہے تو لفظ فرض کا خیال ہوا نہ نیت فرض کا جو فرض تھی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۷۶)

مسئلہ: اگر امام عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ ملانا بھول گیا تو عشاء کی آخری دو رکعتوں میں بھی سورۃ فاتحہ اور کوئی سورہ بلند آواز سے پڑھے۔ (شرح وقایہ ج ا ص ۱۴۹)

مسئلہ: اگر مسبوق جانتا ہو کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہونے میں نماز یا جمعہ یا عیدین کا وقت نکل جائیگا تو اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے ہی اسکو اپنی چھوٹی ہوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ (طحطاوی اول ص ۱۵۰)

مسئلہ: کسی شخص نے اپنے کو بے وضو گمان کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی بعد کو ظاہر ہوا کہ وہ بے وضو نہ تھا نماز نہ ہوئی۔ (ردالمحتار ج ا۔ص ۲۹۲)

مسئلہ: چورایا ہوا کپڑا یا دھوبی وغیرہ کے یہاں بدلا ہوا کپڑا اگرچہ پاک وصاف ہو مگر اُسے پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۱۳)

مسئلہ: غلط لقمہ دینے سے لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر امام نے ایسا لقمہ لے لیا تو امام اور اس کے ساتھ سب کی نماز خراب ہو جائیگی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۱۳)

مسئلہ: سجدہ کرنے میں اگر ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہیں لگایا ناک ہڈی تک نہ دبی تو ان صورتوں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج اص ۵۵۶)

مسئلہ: مقتدی نے اگر تکبیر تحریمہ میں لفظ "اللہ" امام کے ساتھ کہا اور لفظ "اکبر" کو امام سے پہلے تو نماز نہ ہوگی۔ (درمختار شامی ج اص ۳۲۲)

مسئلہ: امام پر سجدۂ سہو واجب نہیں تھا مگر اس نے سجدہ کیا اور سب مقتدیوں نے اسکی اتباع کی تو مسبوق یعنی جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی تھیں اسکی نماز فاسد ہوگئی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۶۳۴)

مسئلہ: سر یا ہاتھ کے اشارہ سے کلام کرنے پر نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔
(درمختار مع شامی ج ا۔ص ۴۳۳)

مسئلہ: قاری یعنی جو مایجوز بہ الصلوٰۃ (جس سے نماز جائز ہو سکے) قرأت کرتا ہے اگر وہ اقتدا کرے امّی کی (مایجوز بہ الصلوٰۃ قرأت نہیں کرتا) تو ایسے مقتدی کی وجہ سے امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ (الاشباہ والنظائر ص ۱۶۸)

مسئلہ: "مسجد" منہدم ہوگئی تھی اسے کافر نے اپنے مال سے بنایا تو شرعی طور پر وہ مسجد ہے اس میں نماز پڑھنے پر مسجد کا بھی ثواب ملیگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۶۰)

مسئلہ: جمعہ اور عیدین کی نماز میں واجب ترک ہوا اور جماعت کثیر ہے تو سجدۂ سہو نہیں اور مقتدی سے بحالت اقتداء سہو واقع ہوا مثال کے طور پر قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ دیا تو اس صورت میں بھی اس پر سجدۂ سہو نہیں۔
(جوہرہ نیّرہ ج اص ۷۴)

مسئلہ: اگر کوئی قرأت سے پہلے رکوع کرلے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے اور قرأت پوری کرنے کے بعد اس رکوع کا دوبارہ کرنا فرض ہے ورنہ نماز باطل

ہوجائیگی۔ (عالمگیری ج ا۔ص ۱۱۹)

مسئلہ: اگر قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر الحمد للہ شریف پڑھ دیا تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ (فتاوٰی عالمگیری ج اص ۱۱۹)

مسئلہ: قضاء نماز کا لوگوں پر ظاہر کرنا گناہ ہے اس لئے کہ نماز کا ترک گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ (ردالمحتار ج اص ۴۹۵)

مسئلہ: کعبہ شریف کا طواف کرنے کی حالت میں نمازی کے سامنے سے گذرنا جائز ہے۔ (ردالمحتار ج ا۔ص ۴۲۷)

مسئلہ: اگر نمازی کی پیشانی پاک جگہ ہے اور ناک ناپاک جگہ تو نماز ہوجائیگی کہ ناک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے اور بلاضرورت یہ بھی مکروہ ہے۔ (بہار شریعت جلد دوئم ص ۴۰)

مسئلہ: اگر "عورت" اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کے سر پر چادر ہو جس سے اس کے بالوں کی سیاہی چمکے تو اس صورت میں اسکی نماز نہ ہوگی۔ (بہار شریعت دوئم ص ۴۲)

مسئلہ: اگر کوئی شخص برہنہ اپنا سارا جسم مع سر کے کسی ایک کپڑے میں چھپا کر نماز پڑھے نماز نہ ہوگی اور اگر سر اُس سے باہر نکال لے تو ہوجائیگی۔ (بہار شریعت دوئم ص ۴۵)

مسئلہ: مقتدی نے بہ نیت اقتداء یہ نیت کی کہ جو نماز امام کی وہی نماز میری تو جائز ہے۔ (بہار شریعت دوئم ص ۵۵)

مسئلہ: مقتدی کے لئے یہ فرض ہے کہ امام کی نماز کو اپنے خیال میں صحیح تصور کرتا ہو اور اگر اپنے نزدیک امام کی نماز باطل سمجھتا ہے تو اسکی نہ ہوئی اگرچہ امام کی نماز صحیح ہو۔ (بہار شریعت سوئم ص ۷۵)

مسئلہ: اگر شوہر مر جائے یا شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تھی اور ابھی عدّت باقی تھی کہ اسکا انتقال ہو گیا تو ان صورتوں میں ''عورت'' اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اس لئے کہ ابھی زوجیت کا حکم باقی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۶)

مسئلہ: عورت جب تک عدت میں ہے اپنے میت شوہر کا بدن چھو سکتی ہے اُسے غسل بھی دے سکتی ہے جبکہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو۔ احکام شریعت سوئم ص ۵

مسئلہ: غسل میت میں پورے بدن پر پانی بہانا صرف یہی ایک فرض ہے۔
(عالمگیری ج ۱۔ ص ۱۴۷)

مسئلہ: محتاج کا جب کوئی وارث مرتا ہے تو لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتا ہے یہ بے وقوفی ہے ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی ہے بس اسی قدر مانگے اس سے زیادہ مانگنا جائز نہیں ہاں بے مانگے جو مسلمان بہ نیت ثواب پورا کفن محتاج کے لئے دے گا تو اللہ عزّ وجل سے پورا ثواب پائیگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۰)

مسئلہ: میت کا شکم پھولا ہوا ہے اندیشہ ہے کہ پھٹ جائیگا اور نماز مغرب کے وقت میں گنجائش ہے کہ اگر نماز جنازہ پہلے پڑھ لی جائے تو وقت باقی رہ سکتا ہے تو اس صورت میں نماز جنازہ پہلے پڑھی جائیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۸)

مسئلہ: سیرت کی کتابوں میں علمائے کرام نے یہی لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا کے جنازہ مبارکہ کی نماز نہیں ہوئی کیونکہ اس وقت یہ نماز مشروع نہیں تھی اسکے بعد اسکا حکم ہوا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴۔ ص ۵۶)

مسئلہ: اگر عورت مر جائے تو شوہر کو اُسے غسل دینا ناجائز ہے اگر کسی روایت میں یوں آیا بھی ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے حضرت فاطمہ

زہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دیا ہے تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے موت سے ختم نہیں ہوتے بخلاف اوروں کے وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۴)

مسئلہ: میت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو اس پر نماز جنازہ نہیں اور نہ ہی کسی غائب کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۶۸)

مسئلہ: ''جنازہ'' مسجد میں رکھ کر اس پر نماز جنازہ مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی پڑھ لے تو نماز ادا ہو جائیگی یعنی فرض اتر جائیگا اور نفس نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۸)

مسئلہ: خنثیٰ مشکل کو نہ مرد نہلا سکتا ہے اور نہ عورت بلکہ اُسے تیمّم کرایا جائے اور تیمّم کرانے والا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور کلائیوں پر نظر نہ کرے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۰) (بہار شریعت چہارم ص ۱۳۵)

مسئلہ: اگر ''جنازہ'' نماز جمعہ سے پہلے تیار ہو گیا تو کثیر جماعت کے انتظار میں دیر نہ کی جائے پہلے ہی دفن کیا جائے اس مسئلہ کا لحاظ بہت زیادہ رکھنا چاہئے کہ آج عوام میں اس کے خلاف رواج ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۰)

مسئلہ: اگر ''نماز جنازہ'' ولی کی اجازت کے بغیر پڑھی جائے تو میت کے ولی کو اختیار ہے دوبارہ پڑھے مگر جو لوگ پڑھ چکے ہوں وہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے اور ولی کو اختیار اس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے شخص نے پڑھائی جس پر ولی کو ترجیح تھی مثال کے طور پر بادشاہ اسلام یا قاضی شریعت یا محلّہ کے امام نے نماز پڑھا دی تو ولی کو دوبارہ پڑھنے کا اختیار نہیں کہ وہ اس مسئلہ میں ولی سے مقدّم ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۳۳)

مسئلہ: اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور بادشاہ اسلام اور حکام جو اس سے

افضل ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی باتفاق علماء دوبارہ نہیں پڑھ سکتے ہاں اگر وہ موجود تھے اور ان کی اجازت کے بغیر ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو اس صورت میں علماء کی ایک جماعت کے نزدیک انھیں لوٹانیکا اختیار ہے اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اب بھی بادشاہ اسلام وغیرہ کسی کو لوٹانیکا اختیار نہیں مستند کتابوں سے اسکی تائید ہورہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار درست نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۶۲)

مسئلہ: مقتدی کو شبہہ ہو کہ میت مرد ہے یا عورت تو یہ کہہ لے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں جس پر امام نماز پڑھتا ہے۔ (بہار شریعت سوئم ص ۵۷)

مسئلہ: محلّہ کی مسجد کا امام جس کے پیچھے ''میت'' نماز پڑھا کرتا تھا اگر وہ ولی سے افضل ہو تو اُسے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے ولی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۴۔ ص ۴۵)

مسئلہ: اگر ''حنفی المذہب امام'' شیعہ اثنا عشری میت کی نماز جنازہ پڑھائے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اسے امامت سے برطرف کرنا واجب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۷۹)

مسئلہ: نماز جنازہ میں امام کے علاوہ اگر مقتدی بے وضو ہیں اس کے باوجود بھی نماز جنازہ ادا ہو جائیگی مگر ان لوگوں کا ایسا کرنا برا ہے سب گنہگار ہونگے نماز جنازہ کے لئے جماعت شرط نہیں ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۷۹)

مسئلہ: لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک لیجانا تو بڑی بات ہے دوسرے شہر کو لیجانا بھی ممنوع میل دو میل تک لیجانے میں حرج نہیں اور تابوت میں دفن کرنا مکروہ وخلاف سنت ہے مگر اس صورت میں کہ وہاں کی زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کے لئے اس میں دفن کرنا حرج نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۸۲)

مسئلہ: جگہ ہوتے ہوئے پرانی قبر میں دفن کرنا حرام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴۔ ص ۱۵)

مسئلہ: بہتر ہے قبر میں طاق کھود کر اس میں شجرہ رکھا جائے اور اگر "تبرکات" میت کے سینہ پر رکھے جائیں تو اسکی ممانعت بھی ثابت نہیں اور کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں البتہ قبر پہلے سے بنانا نہیں چاہئے۔ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۸۴)

مسئلہ: جمعہ کی رات و جمعہ کے دن اور رمضان المبارک میں جو مسلمان مرے گا تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ نکیرین کے سوال اور عذاب قبر سے محفوظ رہیگا جیسا کہ ارشاد عالی ہے واللّٰہ اکرم اَنْ یعفُوَ مِنْ شیٍ ثم یعودُ فیہ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شی کو معاف کر کے پھر اس پر مواخذہ فرمائے۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۸۲)

مسئلہ: میت کے عزیزوں کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا ملال میت کو بھی ہوتا ہے موتوں پر رونے کی ممانعت میں فرمایا گیا ہے کہ جب تم روتے ہو تو مردہ بھی رونے لگتا ہے اور بدن میں ایک باریک اصلی جزء ہے جس کو عربی میں عجب الذنب کہا جاتا ہے نہ وہ جلتا ہے اور نہ ہی گلتا ہے وہ ہمیشہ باقی رہتا ہے اسی پر قیامت کے دن جسم کو مرکب کیا جائیگا اور عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کے لئے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۲۵)

مسئلہ: شریعت کے نزدیک ولد الزنا کے لئے کوئی باپ نہیں شریعت مطہرہ نے زانی سے اسکا نسب قطع فرما دیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر ولد الزنا چار پانچ سال کی عمر میں مرجائے اور زانی صدمہ برداشت کر کے صبر کرلے تو ولد الزنا کل قیامت کے دن شفاعت کرنیکے قابل نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی موت سے وہاں زانی کو خوشی ہوگی۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۲۳)

مسئلہ: صلح کلی (وہ جو ہر مذہب کو صحیح مانتا ہے) اسکی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۳۲۳)

مسئلہ: اگر کسی نے قبرستان کا علم ہوتے ہوئے بھی عین قبرستان میں نماز پڑھی تو بھی ہو گئی لیکن اگر قبروں پر کچھ لوگ چلے پھرے یا اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے گنہگار ہونگے۔ (فتاوٰی برکاتیہ ص ۳۹۴)

مسئلہ: عود، لوبان، اگربتی وغیرہ نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے بچنا چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ـ ص ۱۴۱)

مسئلہ: قبروں کا بوسہ لینا نہیں چاہئے قبر کی زیارت میت کے چہرہ کی سمت میں کھڑے ہو کر ہو اور اس کے پائتنی کی طرف سے جائے تا کہ اسکی نگاہ کے سامنے ہو سرہانے کے طرف سے نہ آئے کہ اُسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑے جس سے میت کو تکلیف ہوگی اور اگر سلام یا ایصال ثواب کے لئے دیر کرنا چاہتا ہے تو قبر کیطرف چہرہ کر کے بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۶۳)

مسئلہ: عورتوں کو قبر کی زیارت کرنا منع ہے حدیث شریف میں ہے لعن اللّٰہ زائراتِ القُبُور "یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں البتہ سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ مبارکہ کی زیارت صرف مستحب ہی نہیں بلکہ واجب کے قریب ہے اس سے روکا نہیں جائیگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۶۵)

مسئلہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی ولی یا شھید رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پھول یا کپڑے کی چادر چڑھانے کی منت مانی ہو تو اس کو پورا کرنا کوئی ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ منت شرعی نہیں ہے ہاں چڑھانا اچھا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۹۸)

مسئلہ: حاملہ عورت مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کر رہا ہے تو اس بچہ کو نکالنے کے لئے مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے۔ (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۰۲)

مسئلہ: ہندوستان میں عام رواج ہیکہ میت کی فاتحہ وغیرہ اس کے سارے مال سے کیجاتی ہے جبکہ اس کے نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں اور اسی مال سے عام برادری

کے لوگوں کو کھانا بھی کھلایا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے چاہئے کہ پہلے مال تقسیم ہو بعد میں بالغ وارث اپنے حصہ سے خرچ کرے۔ (تفسیر نعیمی ج ۲۔ص ۳۹۲)

مسئلہ: عام مردے کا کھانا صرف فقیر ومحتاج کے لئے ہو لوگ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے مردے کا کھانا مالدار نہ کھائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۶۱)

مسئلہ: ثواب پہونچانے کے لئے قرآن مجید پڑھنے پر اجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۲۱۹)

مسئلہ: مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنیکی اجرت لینے کی دو صورتیں ہیں اگر یہ فعل اُسی شخص پر موقوف نہ ہو اور دوسرے لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کر سکتے ہیں جب تو ان پر اجرت لینی جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اٹھانیکو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا تو اجرت لینی حرام۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۱۸۹)

مسئلہ: ''نماز جنازہ'' طلوع وغروب اور زوال کے وقت پڑھنا جائز ہے بلکہ تاخیر مکروہ ہے جبکہ جنازہ ان ہی وقتوں میں لایا گیا ہو ہاں اگر پہلے سے تیار موجود ہو تو ان وقتوں میں جنازہ بھی پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ۱ ص ۴۹)

نکاح کے ضروری مسائل

مسئلہ: ''نکاح'' فقہائے کرام کی اصطلاح میں جماع اور عقد کو کہا جاتا ہے کیونکہ نکاح میں دو قبیلے مل جاتے ہیں بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جہاں اسکا مفعول اجنبی عورت ہو وہاں عقد نکاح مراد ہوتا ہے اور جہاں اسکا مفعول شوہر یا بیوی ہو وہاں جماع مراد ہوتا ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۳۹۵)

مسئلہ: نکاح میں شرط ہے کہ دونوں گواہ ایک ساتھ لفظ ایجاب وقبول ایک مجلس میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۲۸)

مسئلہ: اگر کسی نے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھ کو تین یا چار ماہ کے بعد طلاق دیدونگا تو اس صورت میں نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اس پر لازم نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج۵ ص۴۶)

مسئلہ: موجودہ دور میں دولہا سے نکاح پڑھاتے وقت جو کلمہ پڑھایا جاتا ہے یا وہ پڑھ لیتا ہے یہ بہتر ہے ہاں بہت ضروری کہنا زیادتی کرنا ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان تم میں کسی کے باطن میں پُرانا پڑ جاتا ہے جیسے کپڑا پُرانا پڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ ص۴۲)

مسئلہ: اگر کسی عورت کو سوائے پیشاب کے راستہ کے اور کچھ نہ ہو اور اس سے کسی مرد کا نکاح کر دیا گیا نکاح کے بعد حقیقت حال معلوم ہوئی تو اس صورت میں نکاح ہو جائیگا اور نصف مہر مرد پر لازم ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ ص۴)

مسئلہ: اگر بالغہ لڑکی بغیر ولی کی مرضی کے بذات خود اپنا نکاح پوشیدہ یا ظاہری طور پر کرنا چاہے تو اس نکاح کے صحیح ہونیکی شرط یہ ہے کہ شوہر اسکا کفو یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا مال یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اسکا نکاح ہونا بالغہ کے ولیوں کے لئے شرم و عار و بدنامی کا باعث ہو اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ ص۴۶)

مسئلہ: ''جہیز'' عورت کی ملک ہے اس کے مرنے پر فرائض کی شرطوں کے مطابق وارثوں پر تقسیم ہوگا اس کے جہیز کے کل سامان پر شوہر کا دعویٰ باطل محض ہوگا نفقہ کے عوض شوہر کچھ نہیں لے سکتا کیونکہ نفقہ شوہر پر شرعاً واجب ہے۔ (احکام شریعت دوئم ص۵۰)

مسئلہ: اب فتوٰی اس پر ہے کہ مسلمان عورت مرتدہ ہو کر نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے مسلمان شوہر کے نکاح میں ہے۔ مسلمان ہو کر یا

بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ (فتاوی رضویہ ج ا ص ۴۲۶)

مسئلہ: اگر نشہ کی وجہ سے عقل جاتی رہی اور اس کے منھ سے کلمۂ کفر نکلا تو اسکی بیوی اس کے نکاح سے باہر نہ ہوئی مگر تجدیدِ نکاح کی جائیگی۔ (بہار شریعت ہفتم ص ۸۵)

مسئلہ: جب ''دلہن'' شادی کر کے لائی جائے تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکے کہ اس سے برکت ہوتی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ا ص ۴۵۵)

مسئلہ: جو شخص مہر و نفقہ کی قدرت رکھتا ہو اور اسے یقین ہو کہ نکاح نہ کرنیکی صورت میں وہ زنا کے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا تو اس حال میں اُسے نکاح کرنا فرض ہے۔ (درمختار مع شامی ج ۲ ص ۲۶۰)

مسئلہ: اگر کوئی اپنی بیوی کے انتقال کے بعد اسکی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا چاہے تو بغیر عدت کے نکاح جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱۶۰)

مسئلہ: ''سوتیلی ماں'' شرعی طور پر ماں نہیں ہے اس لئے اس کی سگی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱۷۵)

مسئلہ: بیوی کے عقد میں ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے نکاح حرام ہے اور چچی اور ممانی سے نکاح جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱۸۳)

مسئلہ: نابالغ اور نابالغہ کے درمیان نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح کے ولی خود ایجاب و قبول کرے یا ولی کی اجازت سے ولی کے وکیل کہے نابالغوں سے کہلوانا کوئی ضروری نہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۷۱)

مسئلہ: یقین ہو کہ نکاح کرے گا تو نان و نفقہ نہ دے سکے گا یا نکاح کے بعد جو متعلقہ فرائض ہیں انھیں پورا نہ کرسکے گا تو ان صورتوں میں نکاح کرنا حرام ہے۔ (درمختار مع شامی ج ۲ ص ۲۶۱)

مسئلہ: لڑکی کم از کم پورے ۹ نو برس یا زیادہ سے زیادہ پورے ۱۵ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے اس درمیان میں اگر بلوغیت کے آثار ظاہر ہوں تو بالغہ ہے ورنہ نہیں بالغہ ہونے کے آثار تین ہیں حیض کا ہونا، احتلام کا ہونا، حمل رہ جانا، باقی بغل میں یا زیر ناف بال جمنا یا پستان کا ابھار شریعت کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۸۰)

مسئلہ: اگر بالغہ سیّدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری، یا شیخ یا غیر عالم دین سے کریگی تو نکاح ہوگا ہی نہیں جب تک اسکا ولی نکاح سے پہلے مرد کے نسب پر باخبر ہو کر واضح طور پر اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵۔ ص ۲۹۳)

مسئلہ: ''کفو'' ہونے کا اعتبار شروع نکاح کے وقت ہے اگر اسوقت کفو ہو پھر بعد میں کفو جاتا رہے تو اسکا اعتبار نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۸۸)

مسئلہ: اگر نابالغہ کا نکاح اس کے باپ، دادا کی غیر موجودگی میں اس کے ماموں نے کر دیا اور بالغ ہونیکی حالت میں اس لڑکی نے نکاح کو منظور نہیں کیا اور وہ اپنا نکاح فسخ (ختم) کرنا چاہتی ہے تو اسکی چند صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ نکاح کے فسخ کے لئے قاضئ شریعت کی ''قضاء'' شرط ہے اور تفریق کے وقت شوہر کی حاضری بھی ضروری ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ''قاضئ شریعت'' نہ ہو تو سنی صحیح العقیدہ عالم جو فقہ میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو وہ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اگر یہ بھی نہ ہو تو میاں، بیوی اپنے اس معاملہ کو مسلم پنچ کے سامنے رکھے اور مسلم پنچ ثبوت شرعی کے بعد شوہر کی موجودگی میں تفریق کر دے وہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر شوہر پنچائت پر راضی نہ ہو تو عورت اپنے محرم کے ساتھ کسی اسلامی ریاست کے شہر میں جائے اور وہاں کے قاضی کے نزدیک اپنا معاملہ رکھے وہ "قاضی" شرعی اصول کی روشنی میں تفریق کرسکتا ہے البتہ قاضی شریعت میں صرف اتنی شرط ہوگی کہ والیٔ ریاست نے صرف اہل شہر کے ساتھ اسکی قضاء کو خاص نہ کیا ہو۔ جیسا کہ اکثر یہی ہوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۱۹)

مسئلہ: مرتد اور مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا زناء خالص ہوگا اور اگر حلالہ سے بچنے کے لئے طلاق شدہ عورت کو کافرہ کرکے پھر مسلمان کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اب حلالہ کی ضرورت نہ رہی تو یہ "محض ہوس" ہے حلالہ ضرور کرنا ہوگا اور کافرہ ہونے سے پہلے ہی اسکا کفر چاہنے والے کافر مرتد ہوگئے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۴۴)

مسئلہ: اگر "بالغہ عورت" ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو سے نکاح کرے تو نہیں ہوگا جب تک ولی اس کے نسب پر مطلع ہوکر واضح طور پر اپنی رضا کو ظاہر نہ کرے۔
(درمختار مع شامی ج ۲ ص ۲۹۷)

مسئلہ: اگر "شوہر" نے بیوی کے مرض الموت میں اس کے وارثوں کی اجازت کے بغیر بیوی سے مہر معاف کروایا یا اس نے خود کیا تو اس صورت میں مہر معاف نہیں ہوگا۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ا ص ۲۹۳)

مسئلہ: بیوی کو ہمبستری کے لئے جگانا چاہا تو ہاتھ اُسکی لڑکی پر پہونچ گیا جو مشتہاۃ تھی تو اُسے بیوی سمجھ کر شہوت کے ساتھ جگایا اس طرح لڑکی کو سوتے سے جگانے پر بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ا ص ۲۵۷)

مسئلہ: اگر کسی شخص کی ایک ہی نابالغہ لڑکی ہو اور اسکا نام مثلاً عائشہ ہو تو اگر ایسے شخص نے قصداً یا بھول کر یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح تجھ سے کیا

Scanned by TapScanner

تو ایسی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (الاشباہ والنظائر ص ۳۴۵)

مسئلہ: اگر کوئی صغیرہ لڑکی سے جماع کرلے تو ایسی صورت میں مصاہرت (داماد، سسر ہونے کا رشتہ) واجب نہیں ہوگی۔ (الاشباہ والنظائر ص ۳۹۶)

مسئلہ: اگر نکاح کا خطبہ بیٹھ کر پڑھ دیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۵۲)

مسئلہ: اگر کسی نے کسی کی منکوحہ سے نکاح کرلیا اگر اسے معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح اس کے حق میں گناہ نہ ہوا اور اس نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ کے بعد بچہ ہوا تو اُسے ولد الزنا نہیں کہا جائیگا وہ اسی شخص کا ہے پھر اگر اسے اب تک نہیں معلوم تو اس پر کوئی الزام نہیں اور اگر بعد کو معلوم ہوگیا اور عورت کو نہیں چھوڑتا ہے تو وہ زانی ہے اگر وہ امام ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ یعنی پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب اور اگر نکاح کے وقت ہی سے اسے معلوم تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوا زنا خالص ہوا اس صورت میں بچہ پہلے شوہر ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۷۸)

مسئلہ: ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح پڑھنا ہرگز صحیح نہیں کہ نکاح کے لئے دو گواہوں کا ساتھ میں ایجاب وقبول کے الفاظ کا سننا شرط ہے اور یہ ٹیلیفون پر کسی طرح ممکن ہے لیکن جب گواہ پردے کے پیچھے ہو تو معتبر نہیں اس لئے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مل جاتی ہے اور ٹیلیفون پر بولنے والے کے تعین میں عموماً اشتباہ ہوتا ہے تو اس کے ذریعہ سننے والا گواہ نہیں بن سکتا فتاوٰی عالمگیری کتاب الشہادت میں ہے لوسمعَ مِنْ وَّرَاءِ الحِجَابِ لا یَسعهُ ان یشهد لِاِحْتِمالِ اَن یَکُونَ غَیرُہٗ اِذا النغمةُ تَشبَهُ النَغمَةَ۔ (فتاوٰی فیض الرسول ج ۱ ص ۵۶۰)

ایلاء اور طلاق سے متعلق مسائل

مسئلہ: ''ایلاء'' یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی عورت سے کہے کہ قسم خدا کی میں چار ماہ یا زیادہ دنوں تک تیرے پاس نہیں آؤنگا یا یہ کہے کہ اگر میں چار ماہ تک تیرے پاس آؤں تو مجھ پر حج، یا خیرات یا روزہ واجب ہے یا تجھے طلاق ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۴۲۴)

مسئلہ: ''ایلاء'' کے لئے یہ ضروری ہے کہ قسم اور بیانِ مدت ایک ہی مجلس میں ہو اور قسم بھی شرعی یعنی اللہ تعالیٰ یا اسکی صفات کی قسم ہو۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۴۲۴)

مسئلہ: ''ایلاء'' میں اگر مرد اپنی بیوی سے صحبت پر قادر ہو تو ''رجوع'' صحبت ہی سے ہوگا اور اگر کسی وجہ سے صحبت پر قادر نہ ہو تو وعدۂ صحبت ''رجوع'' ہوگا اگر مدت ایلاء میں صحبت پر قدرت ہوگئی تو صحبت ہی کرنی ہوگی۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۴۲۴)

مسئلہ: جو شخص قسم کا کفارہ ادا نہ کر سکے وہ صرف توبہ ہی کر لے کفّارہ معاف ہو جائیگا۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۴۲۴)

مسئلہ: ''ایلاء'' کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے جماع نہ کرنیکی قسم کھائے تو ایسی صورت میں شرعی طور پر چار مہینے کی مہلت دی گئی ہے اگر چار مہینے کے اندر جماع کر لیگا تو عورت اس کے نکاح سے نہ نکلے گی کفّارہ دینا ہوگا اور اگر پورے چار مہینے گذر جائنگے تو ایک طلاق بائن پڑ جائیگی دوسرے یا تیسرے مہینے میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۲۴)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ اب میں اپنی بیوی سے ہمبستری کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں اس کے بعد وہ شخص کافی شرمندہ ہوا اور توبہ واستغفار کیا پھر اسی رات اپنی بیوی سے جماع کیا تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ اس نے برا کیا صرف اس کے اوپر توبہ واستغفار کے سوا کچھ لازم نہیں جماع کرنیکی وجہ سے

اس کے نکاح پر کچھ حرف بھی نہ آیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۳۵)

مسئلہ: اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو "ماں" یا "بہن" کہا طلاق نہیں دی تو ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوئی اور نہ یہ "ظہار" ہی ہے ظہار اسوقت ہوتا کہ وہ اپنی بیوی کو ماں یا بہن کیطرح کہتا ہاں اس نے برا کیا اور گنہگار ہوا اس کے لئے صرف توبہ کافی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۳۵)

مسئلہ: اگر کوئی شخص صرف اپنے دل میں طلاق دے اس طرح پر کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہیں یا کہا مگر صرف زبان کو حرکت تھی اتنی آواز نہیں تھی کہ اس کے کان تک آنے کے قابل ہو تو ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوئی اور اگر ایسی آواز سے کہے کہ اس کے کان تک آنے کے قابل تھی مگر مینھ یا ہوا یا کسی شوروغل کی وجہ سے کان تک نہ پہونچی تو اس صورت میں طلاق پڑ جائیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۲۳)

مسئلہ: نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے اور نہ باپ ہی ولی ہونیکی حیثیت سے طلاق دے سکتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۲۷)

مسئلہ: نابالغ کی بیوی پر دو صورتوں میں طلاق پڑ جاتی ہے پہلی صورت یہ ہے جبکہ نابالغ کی بیوی مسلمان ہوئی اور وہ سمجھدار ہے تو اس پر اسلام پیش کیا گیا مگر اس نے انکار کر دیا تو اس صورت میں نابالغ کی بیوی پر طلاق پڑ جائیگی اور دوسری صورت یہ ہے جبکہ نابالغ لڑکا مقطوع الذکر والخصیتین ہو (نابالغ لڑکا کا آلۂ تناسُل کٹا ہو) اور بیوی کے چاہنے پر ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے تو اس صورت میں بھی طلاق پڑ جائیگی۔ (الاشباہ والنظائر ص ۱۸۰)

مسئلہ: اگر کسی نے کسی سے کہا کہ تو نے اپنی عورت کو طلاق دی تو اس نے جھنجھلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا "میں نے طلاق دی" تو اس صورت میں طلاق نہیں پڑیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۷۸۰)

مسئلہ: اگر ''مرد'' اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں طلاق دے اگر غصہ واقعی اس قدر شدت پر ہو کہ جنون کی حد تک پہونچادے تو ایسی حالت میں طلاق نہیں پڑیگی اور غصہ کی شدت عادل گواہوں سے ثابت ہوگی یا وہ اسکا دعوٰی کرے اور اسکی یہ عادت مشہور ہو تو اس صورت میں قسم کے ساتھ اسکا قول مانا جائیگا ورنہ صرف اسکا دعوٰی شریعت کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ ص ۴۲۹)

مسئلہ: عام طور پر لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں حالانکہ یہ ''جبر'' نہیں ہے اگر کوئی شخص ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو بلاشبہہ تمام اماموں کے نزدیک طلاق پڑ جائیگی ہاں اگر جبر واکراہ شرعی ہو مثال کے طور پر کوئی کسی کو قتل کر دینے یا اس کے عضو کاٹنے کی دھمکی دے جس کے کرنے پر یہ اسے قادر جانتا ہو یا کوئی کسی کے ہاتھ پاؤں باندھکر اس کے منھ کھول کر حلق میں شراب ڈالدی تو یہ صورت ضرور جبر واکراہ کی ہے اگر اس نشہ میں وہ طلاق دے تو طلاق نہیں پڑیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ ص ۴۳۴)

مسئلہ: اگر شوہر نے طلاق کا اقرار کیا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں اور حقیقت میں اس نے نہیں دی تھی تو عندالقضاء طلاق پڑجائیگی یعنی ''قاضی'' وقوع طلاق کا حکم دے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج۱ ص ۶)

مسئلہ: اگر کوئی شخص میاں، بیوی کے درمیان اصلاح اور انکی مشکل دور کر نیکی نیت سے حلالہ کی ترغیب دے تو ایسا شخص اجر وثواب کا مستحق ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ ص ۴۴۱)

مسئلہ: اگر عورت کو طلاق دیئے جانے کے گواہ معتبر ہیں یعنی شرعی گواہ اور شوہر طلاق دینے سے انکار کر رہا ہے تو ایسی صورت میں شوہر اگر قسم بھی کھالے تو اسکی قسم کا کوئی اعتبار نہیں ہاں اگر عورت کے گواہ شرعی نہیں تو شوہر کی قسم معتبر ہوگی پھر

اگر عورت اپنے ذاتی یقینی علم سے جانتی ہے کہ شوہر نے اُسے تین طلاقیں دی ہیں تو اس کے لئے جائز نہ ہوگا کہ شوہر کے ساتھ رہے وہ ''عورت'' مال یا مہر دیکر یا معاف کر کے جس طرح بھی ممکن ہو طلاق بائن لے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو شوہر سے دور بھاگے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو اسکا وبال شوہر پر ہے جب تک عورت راضی نہ ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۴۴۰)

مسئلہ: حلالہ کی صورت میں اگر دوسرا شوہر بغیر صحبت کئے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدے جب بھی پہلے شوہر کے لئے وہ حلال نہیں ہوسکتی جیسا کہ حدیث پاک ہے **لا حتیٰ تَذُوقِیُ عَسِیلَتَہٗ ویذوق عَسِیلَتکِ** یعنی شوہر اول کے لئے وہ عورت حلال نہیں جب تک دوسرا شوہر اس کے ساتھ جماع نہ کرے۔
(فتاوٰی رضویہ ج۵ص۴۴۱)

مسئلہ: ''حلالہ'' کی شرط لگا کر نکاح کرنا ناجائز و گناہ ہے حدیث شریف میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے لیکن نکاح کرنے میں حلالہ کا قصد وارادہ ہو تو ایسا حلالہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر و ثواب کی امید ہے معلوم ہوا کہ ''شرط'' اور چیز ہے اور ''قصد وارادہ'' اور چیز۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۴۴۷)

مسئلہ: اگر واقعی شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی تھی اور اب دونوں انکار کر رہے ہیں تو ان کا انکار نہیں سنا جائیگا ان پر فرض ہے کہ دونوں فوراً الگ ہوجائیں ورنہ زنا ہے اور دونوں جہنم کے عذاب اور اللہ کے قہر وجلال کے مستحق ہیں اگر وہ الگ نہ ہوں تو عورت کے باپ پر فرض ہے کہ قاضئ شریعت کے نزدیک طلاق کا دعوٰی کر کے ان میں جدائی کرادے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اس پر مطلع ہے اس پر فرض ہے کہ دعوٰی کر کے ان میں جدائی کرادے اس میں ہر مسلمان کو دعوٰی کا اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعوٰی نہ کرے تو جن جن کے سامنے مرد نے طلاق دی تھی ان پر فرض ہے کہ قاضئ شریعت کے یہاں حاضر ہو کر گواہی دیں اور اگر ان میں دو گواہ

شرعی ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے ان کی گواہی سن لے اور ان دونوں مرد وعورت کو جبراً الگ کردے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۴۵۴)

مسئلہ: جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائنگی جب تک شرعی گواہوں سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۴۷۴)

مسئلہ: اگر شوہر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو دو طلاق دی ہیں اور بیوی کہتی ہے کہ مجھے طلاق دینے کا علم نہیں ہے اور گواہ کہتے ہیں کہ شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو ایسی صورت میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں نمازی پرہیز گار ثقہ عادل شرعی گواہی دیں تو تین طلاقیں ثابت ہونگی شوہر کا انکار نہیں سنا جائیگا اور اگر ایسے گواہ نہیں تو شوہر سے قسم لی جائیگی اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہونگی اور اگر قسم کھالیگا کہ میں نے صرف دو ہی طلاقیں دی ہیں تیسری نہیں دی ہے تو دو ہی ثابت ہونگی اگر جھوٹی قسم کھالی تو اسکا وبال شوہر پر ہوگا عورت پر کوئی الزام نہیں اگر گواہ شرعی نہ ہوں تو عورت سے قسم لی جائیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۵۹۸)

مسئلہ: چاروں اماموں کا اجماع اس بات پر ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں پڑجاتی ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۵۹۸)

مسئلہ: عورت کو اگر شوہر نے جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا شوہر نے کہا اگر میرے پاس اس کوٹھری میں نہ آئی تو تجھ پر طلاق عورت آئی مگر اس وقت مرد کی شہوت ساکن ہوچکی تھی تو طلاق ہوگئی۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۵۹۵)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا طلاق دی، دی، دی تو تینوں طلاقیں (مغلظہ) پڑجائینگی بغیر حلالہ کے کوئی چارہ نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج۵ص۴۶۱)

مسئلہ: "نامرد" اپنی عورت کے حق میں وہ ہے جو خاص اس عورت کی شرمگاہ مخصوصہ کے اندر عضو تناسل کے حشفہ (آلۂ تناسل کا کٹا ہوا حصہ) تک غائب

کرنے پر قادر نہ ہوا گر دوسری پر قادر ہو جائے تو اس دوسری کے حق میں نامرد نہ ہوگا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۰)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا "جا تجھ پر طلاق" تو طلاق رجعی پڑ گئی بخلاف صرف "جا" کے اگر طلاق کی نیت سے کہا تو اس سے طلاق بائن پڑ جائیگی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۵۹۰)

مسئلہ: اگر کوئی مرد اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک بار میں ایک لفظ سے تین طلاقیں دیدے تو تینوں طلاق پڑ جائیگی اور اگر علحدہ علحدہ دی تو ایک طلاق بائن پڑیگی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۹۵)

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دیدی عدت کے بعد پھر اس نے دوسری طلاق دی تو اس صورت میں ایک ہی طلاق مانی جائیگی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۳۲)

مسئلہ: صرف گھبراہٹ، یا دماغ پر گرمی کا نام "جنون" نہیں اگر اس حالت میں "مبتلاء شخص" اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق پڑ جائیگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۳۲)

مسئلہ: اگر صحیح ثبوت شرعی سے ثابت ہو جائے کہ باپ نے اپنی بہو سے زنا کیا ہے تو وہ بہو اپنے شوہر پر حرام ہوگئی اس پر فرض ہے فوراً جدا کردے اگر ثبوت شرعی نہیں ہے تو شوہر اسکی تصدیق کردے تو بھی وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۹۲)

مسئلہ: شراب یا بھانگ پی کر اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو طلاق پڑ جائیگی اگرچہ اس کے ہوش و حواس درست نہیں تھے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ا ص ۳۳۱)

مسئلہ: اگر بیوی کا نام "طالق" ہے اور شوہر نے اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس صورت میں "طالق" کہنے کے باوجود اس پر طلاق نہیں پڑیگی۔
(الاشباہ والنظائر ص ۴۶)

مسئلہ: اگر کسی نے کسی کو مجبور کر کے شراب پلادی یا بحالت اضطرار پی لی مثال کے طور پر وہ پیاس سے مر رہا تھا اور پانی نہ تھا اس نے شراب پی کر اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو واقع نہ ہوگی۔
(شامی ج ۲ ص ۴۲۴)

مسئلہ: حلالہ کرنے والے سے نکاح سے پہلے یہ کہلوالیا جائے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو پہلی بار ہمبستری سے فارغ ہونے پر اسے تین طلاق یا طلاق بائن تو اسطرح پہلی بار ہمبستری سے فارغ ہونے پر اسے طلاق پڑ جائیگی اور حلالہ کرنے والا پھر رجعت بھی نہیں کر سکتا اور بہتر صورت یہ ہے کہ عورت اس شرط پر اس سے نکاح کرے کہ میں جب چاہونگی اپنے اوپر طلاق بائن واقع کرلونگی۔
(الاشباہ والنظائر ص ۴۰۸)

مسئلہ: اگر شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دیا ہو تو وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ا ص ۳۷۵)

عدت سے متعلق ضروری مسائل

مسئلہ: اگر شوہر مر جائے تو اسکی غیر حاملہ عورت پر چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر بالکل نہیں ہے اگر چہ بالغہ ہو اور مدخولہ یعنی جس سے خلوت ہوگئی ہو اگر چہ خلوت فاسدہ ہو یا نکاح فاسد میں حقیقتاً وطی کر لی ہو اور وہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو اسکی عدت تین مہینہ کی ہے خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ آئسہ (یعنی ایسی بالغہ جس کو حیض نہ آتا ہو)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۳)

مسئلہ: شوہر کی موت یا فرقت کے وقت جس مکان میں عورت کی سکونت تھی اسی مکان میں عدت پوری کرے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جاسکتی اس سے مراد یہی گھر ہے ہاں شرعی ضرورت کی وجہ سے دوسرے مکان میں سکونت اختیار کرسکتی ہے۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۰۴)

مسئلہ: اگر مکان ایک ہو تو طلاق بائن کی عدت میں یہ ضروری ہے کہ شوہر اور عورت میں پردہ ہو۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۰۴)

مسئلہ: جو عورت اپنے شوہر کی موت یا طلاق بائن کی عدت گذارے تو اس پر سوگ واجب ہے۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۰۲)

مسئلہ: کسی قرابت دار کے مرجانے پر عورت کو تین دن تک سوگ کرنیکی اجازت ہے اس سے زیادہ کی نہیں اور عورت شوہر والی ہو تو شوہر اس سے بھی منع کرسکتا ہے۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۰۲)

مسئلہ: کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں مگر عورت کو تین دن تک شوہر کے مرنے پر غم کیوجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کے لئے نہ ہوں تو مطلقاً جائز ہیں۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۰۲)

مسئلہ: چند مکانوں کا ایک صحن ہو اور سب مکان شوہر کے ہوں تو عدت والی عورت صحن میں آسکتی ہے اگر کسی اور کے ہوں تو نہیں آسکتی۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۰۳)

مسئلہ: طلاق رجعی کی عدت میں سوگ نہیں۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۰۵)

مسئلہ: شوہر کی موت کی عدت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا بلکہ عورت خود اپنے پاس سے کھائے اگر پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لئے باہر جاسکتی ہے چار مہینے دس دن تک وہیں گذارنا فرض ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۵۸)

مسئلہ: طلاق کی عدت کا خرچ اور سکونت کا مکان اگرچہ شوہر کے ذمہ واجب ہوتے ہیں اور وہ اپنی طلاق شدہ عورت کو گھر سے نکالدینے سے گنہگار ہوتا ہے مگر جبکہ عدت گذر گئی اور نفقہ متعین نہیں تھا تو اس کا معاوضہ عورت کو نہیں ملیگا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۹۸)

مسئلہ: بیوی کا اپنے باپ کے یہاں رہنا اس بناء پر ہو کہ اُسے شوہر اور سسر نے نکالدیا اور شوہر بلاتا بھی نہیں ہے اور بلائے تو اس کے جانے میں انکار

بھی نہیں تو بیشک اسکا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۷۰۴)

مسئلہ: بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر چلے جانے سے نکاح اور مہر بدستور قائم رہتے ہیں ہاں نفقہ ختم ہو جاتا ہے جب تک شوہر کے گھر میں نہ آ جائے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۷۰۵)

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی بیوی کو اپنی عورت سمجھ کر شبہہ میں وطی کرلے تو اس عورت پر تین حیض تک وطی بالشبہہ کی عدت لازم ہے۔ (جوہرہ نیرہ ج ۲ ص ۱۳۸)

مسئلہ: جس عورت کا مقام مخصوص بند ہو خلوت صحیحہ کے باوجود طلاق کے بعد اس پر عدت نہیں۔ (بہار شریعت ہشتم ص ۱۲۲)

مسئلہ: عورت حاملہ تھی شوہر کی موت یا طلاق کے ایک گھنٹہ بعد یا اس سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو اسکی عدت ختم ہوگئی۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ۱ ص ۴۷۳)

مسئلہ: نکاح فاسد کی صورت میں شوہر ہمبستری کے بعد مر گیا تو عورت کی عدت تین حیض ہے۔ (ہدایہ ج ۲ ص ۴۰۴)

مسئلہ: نکاح فاسد ہوا اور اس صورت میں شوہر وطی کے بعد مر گیا تو عورت کو عدت میں سوگ کا حکم نہیں ہے۔ (درمختار مع شامی ج ۲ ص ۶۱۸)

نکاح فاسد کی تعریف میں **هو الذی فَقَدَ شَرْطاً مِنْ شرائِط الصحة کشهود و مثله** کہا گیا ہے کہ نکاح کے صحیح ہونیکی شرطوں میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے۔ جیسے ''نکاح'' بغیر گواہوں کے ہو یا شوہر ثانی کے نکاح میں چار عورتیں پہلے سے تھیں اور اس نے حلالہ کے قصد سے کسی اور عورت سے نکاح کر کے ہمبستری کے بعد طلاق دی عدت گذرنیکے بعد عورت شوہر اول سے نکاح کرنا چاہے تو وہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں کہ حلالہ کے لئے نکاح صحیح کا ہونا شرط ہے معلوم ہوا کہ چار عورتوں کے بیک وقت ہوتے ہوئے کسی اور سے نکاح فاسد ہے۔

حظر و اباحت کا بیان

مسئلہ: اپنا حق پانے کے لئے یا اپنے اوپر سے ظلم کو دور کرنے کے لئے

رشوت دینا جائز ہے جیسا کہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں الرَّاشِیُ والمُرتَشِی کے تحت فرمایا گیا الرِشْوَۃُ ما یعطی لاِبطَالِ حقٍ اولِاِحقاق باطلٍ اما اذا اعطی لیتوصل بِہٖ الیٰ حقٍ اولید فع بِہٖ عن نفسِہٖ ظُلماً فَلَا بأسَ بِہٖ کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔ (مرقات ج۴ ص ۱۵۳)

مسئلہ: زنجیر کے بغیر سونے یا چاندی کا بٹن مرد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۵۲)

مسئلہ: جس قلم کی نب سونا یا چاندی کی ہو اس سے لکھنا جائز نہیں ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۳۵)

مسئلہ: اگر شکار محض بغرض تفریح ہو بندوق یا غلیل کا خواہ مچھلی کا روزانہ یا کبھی کبھی تو وہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے۔ (احکام شریعت اول ص ۱۲)

مسئلہ: اپنا حق پانے یا اپنے اوپر سے ظلم کو دور کرنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۹۲)

مسئلہ: بیوی کو خوش کرنے اور سچ بولنے میں فساد سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ مگر قتل سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۷)

مسئلہ: پیشاب یا پاخانہ کرنے میں قبلہ کی جانب منھ یا پیٹھ کرنا حرام ہے جنگل میں ہو یا گھر میں۔ (اشعۃ اللمعات اول ص ۱۹۸)

مسئلہ: اگر کسی نے یہ منت مانی کہ اگر بیمار اچھا ہو جائے تو میں ان لوگوں کو کھانا کھلاؤنگا اور وہ لوگ مالدار ہوں تو ایسی منت صحیح ہے مگر اسکا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ (درمختار ج ۳ ص ۶۸)

مسئلہ: کسی وارث کے لئے مال کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس کے علاوہ اور بھی کوئی وارث ہو۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۳۱۵)

مسئلہ: اگر کوئی شخص فرض کی ادائیگی کئے بغیر اور نیک کام کرتا ہے تو وہ

اس نیک کام کے کرنے پر ثواب ملنے کی امید نہ رکھے کسی نیک کام صحیح ہونا اور بات ہے اور اس پر ثواب کا ملنا اور بات ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۴۳۶)

مسئلہ: بازاروں میں اور ایسی جگہ جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں لوگ نہ سنتگے تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا اگر چہ کام میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کردیا ہو۔ (بہار شریعت سوم ص ۱۰۲)

مسئلہ: قرآن مجید کے پڑھنے سے اس کا سننا افضل ہے اس لئے خارجِ نماز قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں مگر سننا فرض ہے اور ''فرض'' غیر فرض سے افضل ہوتا ہے۔
(غنیہ ص ۴۶۵)

مسئلہ: اگر غالب گمان ہے کہ نصیحت کرنے پر لوگ بُرا بھلا کہنگے یا مار پیٹ کرینگے یا جانتا ہے کہ برا بھلا تو نہ کہنگے مگر نصیحت قبول نہ کرینگے تو ان صورتوں میں اچھی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا واجب نہیں۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۹)

مسئلہ: حدیث شریف ''مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ'' میں صرف وہ نشہ آور چیزیں مراد ہیں جو مائع وسیّال یعنی پانی کی طرح بہنے والی ہیں جیسے شراب، تاڑی وغیرہ نہ کہ ''تمباکو'' کہ اسکا قلیل حلال ہے اور نشہ لانے کی مقدار میں حرام۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۸۷)

مسئلہ: بعض لوگ مچھلیوں کے شکار میں زندہ مچھلی یا زندہ میڈک یا زندہ کیچوا کانٹے میں پروکر شکار کرتے ہیں یہ منع ہے (بہار شریعت ہفدہم ص ۳۰)

مسئلہ: کافر کی کوئی نیاز، کوئی عمل قبول نہیں نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہونچایا جائے اس کے کھانے پر فاتحہ اس کے ثواب پہونچنے کا اعتقاد کرنا ہے جو شخص ایسا کرے اس پر توبہ فرض ہے بلکہ تجدید اسلام ونکاح بھی چاہئے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۲۹)

دفتر بزم قاسمی برکاتی ایک نظر میں

سن تاسیس ۱۹۵۰ء

مقام تاسیس۔ غفار منزل افتخار آباد کانپور

بدست مقدس حضور تاج العلماء مفتی **سید شاہ اولاد رسول میاں** قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان

نشاۃ ثانیہ ۱۹۸۳ء بمقام چمن گنج ۱۱۴/۱۰۵ کانپور (یو۔ پی)

بدست مبارک حضور مرشد اعظم ہند حافظ و قاری مفتی **سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں** قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان

قاسمی برکاتی کی نسبت

(۱) بانی سلسلہ برکاتیہ شیخ المشائخ مخدوم گرامی حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز

(۲) مجدد برکاتیت الحاج حافظ مفتی سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

مقتدر شخصیتوں کا ورود مسعود

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ،

ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں،

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری صاحب قبلہ،

حضور امین ملت، حضور رفیق ملت، حضور اشرف ملت،

حضور افضل ملت و دیگر شہزادگان خانقاہ برکاتیہ مارہرہ دامت برکاتھم القدسیہ

اشاعتی خدمات

سنی بہشتی زیور، جواہرات عالیہ برکاتیہ،

العسل المصفّٰی فی عقائد ارباب سنت مصطفےٰ۔ حقوق العباد، فقہی تجلیاں وغیرھا۔

محمد نجم الدین قادری مصباحی

دفتر بزم قاسمی برکاتی ایک نظر میں

سن تاسیس ۱۹۵۰ء

مقام تاسیس۔ غفار منزل افتخار آباد کانپور

بدست مقدس حضور تاج العلماء مفتی **سید شاہ اولاد رسول میاں** قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان

نشاۃ ثانیہ ۱۹۸۳ء بمقام چمن گنج ۱۰۵/۱۱۴ کانپور (یو۔ پی)

بدست مبارک احضور مرشد اعظم ہند حافظ وقاری مفتی **سید شاہ مصطفٰے حیدر حسن میاں** قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان

قاسمی برکاتی کی نسبت

(۱) بانی سلسلہ برکاتیہ شیخ المشائخ مخدوم گرامی حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز

(۲) مجدد برکاتیت الحاج حافظ مفتی سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

مقتدر شخصیتوں کا ورود مسعود

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ،

ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں،

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفٰے قادری صاحب قبلہ،

حضور امین ملت، حضور رفیق ملت، حضور اشرف ملت،

حضور افضل ملت و دیگر شہزادگان خانقاہ برکاتیہ مارہرہ دامت برکاتہم القدسیہ

اشاعتی خدمات سنی بہشتی زیور، جواہرات عالیہ برکاتیہ،

العسل المصفّٰی فی عقائد ارباب سنت مصطفٰے۔ حقوق العباد، فقہی تجلیاں وغیرھا۔

محمد نجم الدین قادری مصباحی